صبر پر جزا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ. (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله، رقم: ٦٤٢٤)

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس مومن بندے کی محبوب چیز میں نے دنیا سے اٹھا لی (جیسے بیٹا، بھائی وغیرہ) اور اُس نے اس پر صبر کیا تو اُس کی جزا میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی اس کو جنت ملے گی۔)''

ایفائے عہد قرآن وحدیث کی روشنی میں......①

ایفائے عہد کے معنی وعدے یا عہد کا پورا کرنا ہے اسلام میں وعدہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس کو پورا کرنے کی سخت تاکید آئی ہے اس صفت کو فضائل اخلاق میں بہت بلند درجہ حاصل ہے۔ یہ اخلاقی صفت بھی انسان میں معاشرتی ذمہ داری پیدا کرنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ یہ اچھے خلق اور نیک کردار کی علامت ہے۔ اسی طرح قول کا پکا، ایمان کا سچا اور وعدہ پورا کرنے والا شخص اپنے ماحول میں بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اس صفت کا نہ ہونا معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔

اھمیت: قرآن وحدیث میں ایفائے عہد اور وعدوں کو پورا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط﴾ (المائدۃ:۱) ''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے عہدوں کو پورا کرو۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

(۲) ﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۳۴) ''عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

(۳) اللہ تعالیٰ نے خود ایفائے عہد کو اپنی صفت بتایا ہے، جیسے قرآن میں آیا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ (آلِ عمران:۹) ''بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

منافق کی نشانی:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: آيَةُ المنافق ثَلَاثٌ إِذَا حَدَثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَإِذَا اُتُمِنَ خَانَ. (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق، رقم: ۵۹)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ ② جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو وفا نہیں کرتا۔ ③ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے۔''

اس حدیث میں منافق لوگوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک وعدہ خلافی کرنا ہے۔ گویا جو شخص وعدہ خلافی یا عہد شکنی کرتا ہے وہ منافق لوگوں سے بھائی چارہ قائم کرنے کے مترادف ہے جب کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے منافق لوگ ہی تھے۔ دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، رقم: ٣٤) ''کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو ایک بات نفاق کی (ضرور) ہے جب تک اسے نہ چھوڑ دے: (۱) جب امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب (کسی سے) عہد کرے تو اس سے پورا نہ کرے۔ (۴) جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔'' اس حدیث میں منافق خالص کا مطلب پکا منافق ہے، جس میں مذکورہ بالا چیزیں موجود ہوں۔ (عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

اداریہ

مردِ جری

حافظ احمد شاکر

حکیم محمد سعید مرحوم (دواخانہ ہمدرد) ملت کی ہمدردی اور وطن کی خیر خواہی میں اپنی خداداد دوراندیشیوں کے باعث قوم میں سوچ بچار کے غائت درجہ خواہش مند تھے، وہ طویل عرصے سے اپنی فطرت سعید کی بنا پر کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں شام ہمدرد کے نام پر ایک ماہانہ اجتماع کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جس میں ملک بھر کے تمام مکاتب فکر اور حلقہ ہائے خیال کے اہل علم واصحاب قلم کو دعوت خطاب دیتے اور چنیدہ چنیدہ اصحاب دانش کو ان علمی خطابات سے مستفید ہونے کا موقع دیتے۔

ان کی اندوہناک وفات کے بعد دواخانہ ہمدرد نے اس مجلس کو ''ہمدرد شوریٰ'' کے نام سے جاری رکھا اور یہ خالص علمی بیٹھک اب تک جاری وساری ہے۔ جس میں عالی دماغ مفکرین اپنے اپنے شعبہ کے تجربہ کار ماہرین حسب معمول ہر ماہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے اور اصحاب دردِ دل زندگی کے تجربوں کا نچوڑ بیان فرماتے اور حسب حال قوم ووطن کو مفید مشوروں سے نوازتے اور راہ نمائی کرتے ہیں جسے حکیم صاحب کا صدقہ جاویدبھی کہا جاسکتا ہے۔

گفتگو کا عنوان وطن عزیز کے حسب حالات یا حسب ضرورت منتخب کیا جاتا ہے۔ یہ موسم چوں کہ بجٹ کا تھا اس لیے ماہ رواں......اپریل ۲۰۱۱ء......کی ہمدرد شوریٰ کا موضوع بجٹ تھا، جس پر اعیان علم واصحاب درد نے بجٹ کا اصولی طریقہ بتایا، وطن عزیز کے بجٹ کی خامیوں کی نشان دہی فرمائی اور آئندہ بجٹ کے لیے مفید تجاویز سے حاضرین کے فکر ونظر کو جلا بخشی۔

خطابات کا ذکر کرنے سے پہلے ایک حیرت کا اظہار کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ہمدرد شوریٰ کے اجلاسوں میں ملک وملت کی خیر خواہی پر غور وخوض اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کہ مرحوم حکیم صاحب کے افکار اسی کے غماز ہوتے تھے۔ ان خطابات وارشادات میں اخلاقی ومعاشی قباحتوں کا ذکر تو سب نے کیا اور اس میں بہتری کی تجاویز سب نے دیں لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''سود گھٹتا اور صدقات بڑھتے ہیں'' کی طرف شاید کسی بھی صاحب نے اشارہ نہیں کیا کہ معیشت کا ناسور تو دراصل سود ہی ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے اشیاء کی قیمتیں گھٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مغرب کا پھیلایا ہوا یہ تاثر کہ ''سود کے بغیر کاروبار ہو ہی نہیں سکتا'' سے تحت الشعور میں شاید عام اصحاب دانش بھی متاثر محسوس ہوئے ہیں۔ حالاں کہ غیر سودی کاروبار میں برکت ممکن نہیں بلکہ عین ممکن ہے اولاً اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس پر شک کرنے سے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ دوسرا ہمارا کم از کم یہ یقین ہے کہ ہمدرد دواخانہ کا سارا کاروبار بھی بحمد للہ غیر سودی ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ فیصل آباد پاکستان کا ستارا گروپ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا سارا کاروبار غیر سودی ہے۔ اور ہم اس قابل رشک ادارے کی بڑھوتی بھی دیکھ رہے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ دیگر صنعتی وتجارتی ادارے فی الفور بڑھوتی کی غیر اسلامی خواہش پر کنٹرول کرتے ہوئے ان غیر سودی کاروباری اداروں سے راہ نمائی لے کر اس کو فروغ دینے کی بھر پور کوشش کرنی چاہیے۔ بقول مولانا ظفر علی خاں ؎

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے   پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

تاہم اس ہمدرد شوریٰ میں ایک فاضل مقرر نے بجٹ کا اصول یہ بتایا کہ یقینی ومتوقع آمدنی سامنے رکھ کر اخراجات کا فیصلہ کیا جانا چاہیے لیکن ہمارے ہاں بجٹ اخراجات سامنے رکھ کر بنایا جاتا کہ ہمارے ہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے کہ یہاں آمدن کے چشمے تلاش اور اس کے منابع تراشے جاتے ہیں یعنی اخراجات پورے کرنے کے لیے کوئی بھی...... جائز ناجائز......طریقہ اختیار کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔

اکثر مقررین کی یہ رائے تھی کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ وطن عزیز کو قرض کی آلائشوں سے نجات دینے کی دائم العمل پالیسی بنائے وگرنہ قرض کی یہ

جونک اسی طرح وطن عزیز کے وسائل چوستی رہے گی۔

ایک فاضل مقرر نے بتایا کہ سٹیل مل، پی۔آئی۔اے وغیرہ ادارے جو سالانہ اربوں کھربوں کا نقصان ظاہر کرتے ہیں ان میں اکثریت اس بدعنوانی کی ہوتی ہے جوان اداروں کے......عموماً......سربراہوں...... جو ہر حکم ران اپنے منظور نظر افراد کو مقرر کرتا ہے......کی معرفت کی جاتی ہے کوئی مرد جری اگر اس پر قابو پالے تو عوام کے لیے بجٹ میں بہت سی آسانیاں ہوسکتی ہیں۔

اکثر مقررین کی یہ معقول اور ثقہ رائے تھی کہ حکومت اگر اپنے اخراجات کم کرلے اور غیر ترقیاتی اخراجات مزید کم بلکہ وقتی طور پر ختم ہی کردے تو اس کے ساتھ بھی بجٹ سے عوام کو آسودگی مل سکتی ہے۔

بعض اصحاب گرامی کی یہ رائے بھی سامنے آئی کہ حکومت کسان کو ہر ممکن زرعی سہولیات مہیا کرے اور جاگیرداروں کی زرعی آمدن کو ٹیکس نیٹ ورک میں لایا جائے تو بجٹ خسارہ معقول حد تک کم ہوسکتا ہے۔

حکومت اگر ایندھن......پٹرول، ڈیزل، گیس اور بجلی...... میں اپنا نفع کم کردے یا ۲۰۱۰ء تک ہی کے نفع پر قناعت کرلے اور ماہ بہ ماہ یا ہر تین ماہ بعد اس میں اضافہ کرنے سے باز رہے تو اشیاءِ ضروریہ کی قیمتوں میں استحکام آسکتا ہے۔

اس خیال افروز مجلس کے اعیان علم و دانش کی فکر انگیز گفتگو کے بعد چند تجاویز ہمارے ذہن میں بھی آئیں جن کی صحت وافادیت اور ممکن العمل ہونے کا ہمیں اصرار نہیں تاہم تجاویز پیش خدمت ہیں:

۱: تمام حکمرانوں، سینٹ، قومی وصوبائی اسمبلی کے اراکین کو تنخواہ نقد دی جائے۔ بجلی، پٹرول، ٹیلی فون، گیس اور رہائش گاہوں کی صورت میں دی گئی جملہ مراعات واپس لے لی جائیں۔ اس سے انہیں مہنگائی کا اندازہ بھی ہوتا رہے گا اور مملکت پر ناروا بوجھ بھی کم ہوگا۔

۲: گیس کو صرف صنعتوں کے لیے خاص کردیا جائے، ٹرانسپورٹ میں اس کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے تاکہ صنعتیں چلتی رہیں اور ملکی ترقی میں حسب سابق کردار ادا کرتی رہیں۔

۳: ادویات اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء......سامان آرائش نہیں......پر امپورٹ ڈیوٹی کم سے کم کردی جائے تاکہ امپورٹر کھلے دل سے مطلوبہ مقام سے مطلوبہ اشیاء منگوا سکے، جس سے سمگلنگ یا افغانستان کے تمام راستے بند ہوجائیں گے کیوں کہ تجارت میں جتنے واسطے بڑھتے جاتے ہیں، اشیاء کی قیمت بھی بڑھتی جاتی ہے۔

۴: حکمرانوں، سیاست دانوں اور افسرانِ بالا استحقاق کے نام پر ملک اور قوم کا جو استحصال کرتے رہتے ہیں اور نظم حکومت میں خلل کا سبب بنتے ہیں اس استحقاق کو ختم کیا جائے کیوں کہ اس کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

۵: حکمران وافسران ملکی وبیرونی سرکاری اسفار پر جہاز کی اکانومی کلاس میں سفر کریں۔ اور بیرونِ ملک جاکر شاپنگ پر بھی پابندی لگائی جائے تاکہ ملک کا قیمتی زرمبادلہ بچ سکے۔ وفود کے اراکین پر حسب عہدہ ناگزیر تعداد کی تعیین کردی جائے۔

۶: بجلی کا بل (۴۰ فیصد آبادی والا) صرف پنجاب ادا کرتا ہے اگر (۶۰ فیصد آبادی کے حامل) دوسرے صوبوں سے بھی وصولی کی جائے جس سے صوبہ پنجاب کو بھی ریلیف ملے گا اور ملک کی آمدنی میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔

۷: بجلی صارفین کے میٹروں کی ہر ماہ پابندی سے ریڈنگ کرواکے بل بنائے جائیں۔ گھر بیٹھے محض اندازے سے بل ڈالنے کی رِیت ختم کی جائے تاکہ آئندہ ماہ اضافہ شدہ ٹیرف کے مطابق بل ادا کرنے سے صارفین کو نجات مل سکے۔

۸: لائن لاسز کو کم کیا جائے جس سے توانائی میں بھی بچت ہوگی اور لوڈ شیڈنگ کے عذاب سے بھی نجات مل سکے گی۔

۹: مذہبی تقریبات پر لائٹنگ کرنا صرف دیگر مذاہب کی تقلید ہے جس کا تعلیمات اسلامیہ میں کوئی ذکر نہیں بلکہ تبذیر......بلاضرورت خرچ......پر سخت وعید ہے۔

۱۰: بڑے شہروں کے اردگرد رہائشی کالونیاں، سوسائٹیاں اور رہائشی منصوبوں پر پابندی لگا کر شہر کی خوردنی......سبزیاں وچارہ وغیرہ......اشیاء کی کاشت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

درس قرآن

قسط نمبر ⑪

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝﴾ (الفاطر : ٤)

''اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو یقیناً تم سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

سابقہ آیت میں دعوت توحید کے بعد اس آیت میں رسالت کے بارے میں ان کی ہٹ دھرمی پر آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کو جھٹلانا کوئی نیا نہیں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان کی امتوں نے جھٹلایا ہے۔ آپ فکر مند نہ ہوں بلکہ صبر واستقلال سے اپنے مشن کو جاری رکھیں جیسا کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا عمل رہا ہے:

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ﴾ (الانعام : ٣٤)

''اور بلاشبہ یقیناً تم سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے۔''

رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ وہ معاذ اللہ یہ کہتے تھے کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ وہ آپ کو صادق وامین کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝﴾

(الانعام : ٣٣)

''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے، لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا:

إنا لا نكذبك ، ولكن نكذب ما جئت به .

''ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔''

(الحاكم، ابن كثير، ج : ٢، ص : ١٧٦)

بلکہ اخنس بن شریق نے جب ابوجہل سے آپ کے بارے میں پوچھا تب بھی اس نے کہا اللہ کی قسم محمد صادق ہے انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، ہم نے بنو عبد مناف کا ہر میدان میں ہر پہلو سے مقابلہ کیا اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے نبی مبعوث ہوا ہے تو ہم یہ سعادت کیسے پاسکتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ سقایہ، حجابہ، لواء اور نبوت بنو قصی لے جائیں تو قریش کے پاس کیا بچے گا اس لیے ہم اس کو جھٹلاتے ہیں۔ (ابن کثیر، ج:۲،ص:۱۷۷)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مفتاح دارالسعادہ ج:۱،ص:۹۸ طبع اولیٰ ۱۳۲۳ھ میں کہ ابوجہل نے اسی نوعیت کی بات حضرت مسور رضی اللہ عنہ بن مخرمہ سے کہی تھی مگر یہ درست نہیں حضرت مسور تو ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے ابوجہل کی ان سے ایسی گفتگو قطعاً بے محل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے بنیادی تین اصول تھے اور وہ ان تینوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ کہ آپ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ صاف صاف کہتے تھے ﴿لست مرسلا﴾ آپ رسول نہیں ہیں۔ (الرعد:۴۳) انہیں اس پر یقین نہیں آتا تھا کہ ہم ہی میں سے کوئی رسول کے مرتبہ پر سرفراز ہوسکتا ہے۔

﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝﴾ (ق : ۲)

''بلکہ ان کو تعجب اس پر ہوا کہ ایک خبردار کرنے والا خود انہی میں سے ان کے پاس آ گیا، پھر کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے۔''

یہی اعتراض پہلی قوموں کو بھی تھا:

﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝﴾ (القمر: ۲۴)

''پس انہوں نے کہا کیا ایک بشر جو ہمیں سے ہے اکیلا، ہم اس کے پیچھے لگ جائیں یقیناً ہم تو اس وقت بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔''

یہی بات سورۃ التغابن:۶ میں بھی بیان ہوئی ہے کہ وہ تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے:

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝﴾

''اور انہوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔'' (الفرقان : ۷)

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ﴾ (الفرقان: ۲۰)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''

دوسرا اس اعتبار سے جھٹلاتے تھے کہ تمہاری یہ بات کہ اللہ کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ ان دونوں کا ذکر ایک ہی مقام پر یوں آیا ہے:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (ص : ۴، ۵)

''اور انہوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔''

تیسرا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ روزِ قیامت سے انہیں ڈراتے تھے مگر وہ کہتے تھے:

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝﴾ (ق : ۳)

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے) یہ واپسی (تو عمل سے) بعید ہے۔''

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت لوہار تھے۔ مشہور صحابی حضرت عمرو رضی اللہ عنہما بن عاص کے باپ عاص بن وائل نے ان سے تلوار بنوائی تھی۔ حضرت خباب نے مزدوری کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا جب تک محمد ﷺ کا انکار نہیں کرو گے تمہیں مزدوری نہیں دوں گا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مر کر دوبارہ زندہ ہو جاؤ تب بھی آپ ﷺ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ عاص نے کہا: کیا مر کر زندہ ہونا ہے؟ انہوں نے فرمایا: بالکل، عاص نے کہا: اچھا وہیں میرا مال ومتاع ہوگا وہیں رقم دے دوں گا۔ (بخاری:۴۷۳۲ وغیرہ)

بلکہ وہ قسمیں کھا کھا کر قیامت کا انکار کرتے تھے:

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۳۸)

''اور یہ لوگ اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کسی مرنے والے کو پھر سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا، اٹھائے گا کیوں نہیں؟ یہ تو ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

قیامت کا انکار منکرین کی طرف سے ہر دور میں ہوا ہے جس کا بیان قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (یٰسین:۷۷،

۸۷۔الانعام:۲۹۔الصافات:۱۶۔المومنون:۳۳، ۳۷۔الواقعہ:۴۷۔ الاسراء:۴۹، ۹۸۔سبا:۳) انبیائے کرام میں یہ تینوں عقیدے مشترک رہے ہیں۔اور مخاطبین ان تینوں کا انکار کرتے تھے۔کفار مکہ بھی اپنے پیش رو کی طرح ان تینوں کے منکر تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی حوالے سے ان کی اسی ضد اور ہٹ دھرمی پر آپ کی تسلی وتشفی کے طور پر فرمایا ہے: کہ آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے گئے ہیں۔ جیسے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ط﴾

''تجھے نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو ان رسولوں سے کہا گیا جو تجھ سے پہلے تھے۔'' (فصلت: ٤٣)

اس لیے ان کی تکذیب سے آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، صبر واستقلال سے اپنا فریضہ پورا کرتے رہے۔ ﴿والی اللہ ترجع الامور﴾ فیصلہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اس تکذیب کا وہ عنقریب مزہ چکھ لیں گے۔ جس مالک کے حکم سے آپ اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ سارے معاملات اس کے سامنے ہیں اور انجام کار بھی اسی کے پاس ہے، نیک اور بد سب اسی کے حضور حاضر ہونے والے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلا ملے گا آپ اللہ کے بھروسہ پر اپنی ذمہ داری نبھاتے رہیں۔ یہاں ﴿ترجع الامور﴾ سے مراد تمام امور کی تدبیر نہیں بلکہ فیصلہ ہے کہ فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ﴾ (الشوریٰ:۱۰) اور جس چیز کے بارے میں تم نے اختلاف کیا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ o﴾ (الفاطر: ٥)

''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، کہیں دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔''

﴿وعد اللہ﴾ سے مراد قیامت، حشر ونشر، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کا وعدہ ہے۔ جس کی طرف پہلی آیت کے اختتام میں بھی اشارہ ہے ﴿والی اللہ ترجع الامور﴾ کہ تمام معاملات کا انجام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، بالآخر فیصلہ اسی کا ہوگا۔ اس آیت میں اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ فیصلہ حق ہے جو بہر نوع ہو کے رہے گا۔

﴿فلا تغرنکم﴾ تمہیں دنیا کی آسائش اور مال ودولت کی فراوانی دنیاوی لذت وسرور، اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے اور آخرت سے غافل نہ کردے۔ ورنہ قیامت کے روز کف افسوس ملوگے۔

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ o﴾ (الزمر: ٥٦)

''کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔''

منکرین قیامت بھی اپنے آپ پر افسوس کریں گے:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ط حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا لا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ط اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ o﴾

''یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آ پہنچے گی کہیں گے ہائے افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے، سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔'' (الانعام: ٣١)

انسان موت کے وقت مہلت کی آرزو کرے گا تاکہ نیک عمل کروں مگر اسے مہلت نہ دی جائے گی۔ (المنافقون:۱۰، ۱۱)

اور قیامت کے روز بھی پکارے گا: ﴿یلیتنی قدمت لحیاتی﴾ اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔ مگر ؎

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الدنیا حلوة خضرة ، وان الله مستخلفکم فیها فینظر کیف تعملون ، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء . (مسلم: ٦٩٤٨)

''بے شک دنیا میٹھی سرسبز وشاداب ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں خلیفہ بنایا ہے پس وہ دیکھتے ہیں تم کیسے عمل کرتے ہو، دنیا سے بچو اور عورت سے بچو۔''

یعنی مال ودولت اور عورت کے فتنہ سے بچو۔ کتنے ہیں جو مال ودولت کے نشہ میں مبتلا ہیں اور کتنے ہیں جنہیں عورت کے فتنہ نے برباد کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝﴾ (آلِ عمران: ١٤)

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتوں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔''

دنیا کے سارے مال ودولت ہی کے بارے میں فرمایا:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫﴾ (النساء: ٧٧)

''کہہ دے: دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے۔''

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لو کانت الدنیا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقی کافراً منها شَربة ماء .))

(ترمذی: ٢٣٢٠ ابن ماجه)

''اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر ایک گھونٹ پانی نہ پیتا۔''

دنیا کی مذمت میں متعدد احادیث میں شائقین الترغیب والترہیب میں باب الترغیب فی الزہد فی الدنیا ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمان اور کافر، دونوں میں سے جسے چاہتا ہے دنیا سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تقسیم بھی ایک حکمت پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام کفار کو دنیا سے نواز دیتے مگر ایسا نہیں، اور یہ اس لیے کہ نادان مال وزر کی بہتات کو ہی اللہ کی محبت اور رضا کا ذریعہ نہ سمجھ لیں اور یوں وہ کہیں کفر کی راہ ہی اختیار نہ کرلیں۔ کفار مکہ اسی غلط فہمی کا شکار تھے کہ اللہ ہم سے راضی ہے۔ چناں چہ کہتے ہیں۔

﴿وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سبا: ٣٥،٣٦)

''اور انہوں نے کہا ہم اموال اولاد میں زیادہ ہیں، اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ کہہ دے بے شک میرا ربّ رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کردیتا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

سورۂ الکہف میں دو دوستوں کا ذکر ہے، ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے مال وزر سے نوازا تھا۔ انگوروں کے دو باغوں کا مالک تھا۔ دونوں باغ پھل دیتے تھے۔ درمیان میں نہر جاری تھی۔ کسی قسم کی کوئی کمی نہ تھی۔ ایک روز اس نے اپنے سے کمزور اور غریب دوست سے کہا:

﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا(٣٤) وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝﴾ (الکهف: ٣٤،٣٦)

”میں تجھ سے مال میں زیادہ اورنفری کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پرظلم کرنے والا تھا۔کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔ اور نہ میں قیامت کے بارے میں خیال رکھتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے۔اور اگر واقعی مجھے میرے ربّ کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔“

مال ودولت کی فراوانی کو، اپنی تمام تر معصیتوں کے باوجود، سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہے۔ بالفرض قیامت قائم ہوبھی جائے تو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بہتر معاملہ فرمائے گا۔ حالاں کہ مال ودلت کی یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کی منشا اور ایک خاص حکمت پر مبنی ہے۔ چناں چہ مال وزر کی اس تقسیم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ وَلَوْلَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ ○ وَ زُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○﴾ (الزخرف: ۳۲،۳۵)

”ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اوران میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور تیرے ربّ کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہوجائیں گے تو یقیناً ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی، جس پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے، یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں اور آخرت تیرے ربّ کے ہاں متقی لوگوں کے لیے ہے۔“

یہ مال ودولت کفار کے نزدیک تو بڑی عزت واحترام کا باعث ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مردار اور مچھر کے پر کے برابر نہیں۔ اللہ چاہتے تو تمام کفار کے گھروں کو، ان کے مکان کی سیڑھیوں کو سونے چاندی کا بنوا دیتے مگر ایسا اس لیے نہیں کہ انسان اسی کو اپنی معراج سمجھتے ہوئے راہِ کفر اختیار نہ کرلیں۔ اور اس لیے بھی کہ یہ ایک دوسرے کے معاملات میں باہم معاون اور مددگار بن جائیں۔ ایک کارخانہ اور فیکٹری چلانے کے لیے مالک کو فورمین کی، مزدور کی، اور نگران کی ضرورت ہوتی ہے۔ سبھی مالک ومختار ہوں تو کاربار زندگی ہی معطل ہو کر رہ جائے۔ اللہ کے ہاں یہی حکمتیں معیشت کی تقسیم میں کارفرما ہیں۔ بندۂ مومن کو دنیا کی فراوانی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور اس کے پیچھے پڑ کر ایمان اورعمل صالح کی زندگی ترک نہیں کرنی چاہیے۔

یادرہے کہ دنیا میں انسان اللہ کی عبادت واطاعت کے لیے آیا ہے۔ اور یہ زادِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ جو یہاں زادِ آخرت تیار نہیں کرتا بلکہ اسے لہو ولعب میں گزارتا ہے اسی کے لیے یہ دھوکے کا سامان ہے۔ مال ودولت اللہ تعالیٰ کی عطاء اور ”فضل“ ہے۔ اس لیے اللہ کے فضل کی مذمت بے جا ہے۔ قابل مذمت تو وہ ہے جو اللہ کے فضل پر حمد وشکر کی بجائے تمرد اختیار کرتا ہے اور ناشکری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسے اللہ کے حکم کی تعمیل میں خرچ نہیں کرتا بلکہ حرام راہوں میں اُڑاتا ہے اور جہنم کا ایندھن بنتا ہے جب کہ بندہ مومن اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے جنت خرید لیتا ہے۔ اس لیے دنیا طلبی دھوکا نہیں نہ ہی یہ باعث مذمت ہے۔ مومن دونوں کا طلب گار ہے۔

﴿رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں

بھی بھلائی دے۔'' (البقرۃ: ۲۰۱)

باعث مذمت تو یہ ہے کہ وہ اس میں مگن ہو کر دنیا میں آنے کا مقصد ہی بھول جائے اور اپنے انجام سے بے پروا ہو جائے۔ انہی لوگوں کے لیے دنیا دھوکے کا باعث ہے۔

﴿ولا یغرنکم باللہ﴾ اور نہ ہی تمہیں دھوکے باز اللہ رحمان ورحیم کے بارے میں دھوکے میں مبتلا کر دے۔ ''الغرور'' دھوکہ باز، یہ ''الغرور'' سے ہے اور اس کے معنی میں ''دھوکا۔'' اور ''الغرور'' سے مراد یہاں شیطان ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا ہے۔ آئندہ کی آیت مبارکہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی دھوکہ باز نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا ہے:

﴿فدلّٰھما بغرور﴾ (الاعراف: ۲۲)

''پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا۔''

قسمیں کھا کر یقین دلاتا تھا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ آدم علیہ السلام کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے وہ اس کے بھرّے میں آ گئے اور جس درخت کے قریب جانے سے روکا گیا تھا اس کا پھل کھا لیا۔ جس کے نتیجے سے جنتی لباس اتر گیا اور جنت سے بھی نکال دیئے گئے۔ شیطان کا ''غرور'' یہ ہے وہ معصیت میں مبتلا کر کے یہ دلاسا دیتا ہے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔ وہ چھوٹے بڑے سب گناہ اپنی کریمی ورحیمی سے معاف کر دے گا۔ کبھی کہتا ہے کہ ابھی بڑا وقت ہے جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ عیش وعشرت سے زندگی بسر کرو، اس کے بعد توبہ کر لینا۔ کسی مسئلہ میں علماء کے جائز وناجائز ہونے میں اختلاف کو بہانہ بنا کر جائز کام کرواتا ہے۔ کبھی صغیرہ وکبیرہ کی تقسیم کی بنا پر گناہ کرواتا ہے۔ اور کبھی شفاعت کے دلاسے دیتا ہے۔

قیامت کے دن مومن اپنے نور ایمان میں چلتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ ان کے اور منافقوں کے مابین دیوار حائل ہو جائے گی، منافق کہیں گے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے:

﴿قَالُوْا بَلٰی وَ لٰـکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَـرَّتْـکُـمُ الْاَمَـانِیُّ حَتّٰی جَـآءَ اَمْـرُ اللّٰہِ وَ غَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُo﴾ (الحدید: ۱۴)

''مومن کہیں گے کیوں نہیں، لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالا، تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمہیں دھوکا دیا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغا باز نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔''

شیطان نے منافقوں کو جن آرزوؤں میں مبتلا کیا اس کا خلاصہ اس آیت میں بیان ہوا۔ انتظار کرو، محمد کی پیروی میں جلدی کیا ہے۔ کفر کو غلبہ حاصل ہوا تو ان کے ہو رہنا۔ محمد (ﷺ) کامیاب ہوئے تو تم بھی انہیں تسلیم کر لینا، شیطان نے انہیں اس شک میں بھی مبتلا کر دیا تھا کہ دیکھو محمد (ﷺ) سچے ہیں یا نہیں۔ ان کی دعوت سچی ہے یا نہیں، اسی طرح قرآن اور آخرت کے بارے میں بھی شک میں مبتلا کر دیے گئے تھے۔ اسی کشمکش میں انہیں موت نے آ لیا اور دھوکے باز دھوکہ میں پھینک کر اپنی آخرت برباد کر لی۔

اسی دھوکہ باز کی پیروی کے انجام سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَـنْ یَّتَّـخِـذِ الشَّیْـطٰـنَ وَلِیًّـا مِّـنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا o یَعِدُھُمْ وَ یُمَنِّیْھِمْ ؕ وَ مَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا o اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُـمْ جَھَنَّمُ ز وَ لَایَـجِدُوْنَ عَنْھَا مَحِیْصًاo﴾ (النساء: ۱۱۹-۱۲۱)

''اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں دھوکے کے سوا کچھ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔''

شیطان کے علاوہ ہر وہ چیز جو انسان کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دے اس پر بھی ''غرور'' کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ دنیا، خواہش نفس، مال وجاہ میں پھنس کر انسان عموماً صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔

شیطان کے ساتھ شیاطین نما انس بھی یہی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آخری سورت میں ''من الجنۃ والناس'' جنوں اور انسانوں سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ (الانعام: ۱۱۲)

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض، بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا ہے۔''

مختلف اسانید سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يا أبا ذر هل تعوذت بالله من شياطين الانس والجن ، قلت: لا يا رسول الله ، وهل للإنس من شياطين؟ قال! نعم هم شر من شياطين الجن .)) (ابن كثير، ج: ۲، ص: ۲۲٤)

''اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا تو نے شیاطین انس وجن سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا انسانوں میں شیاطین ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ شیاطین جن سے برے ہیں۔''

جس طرح شیاطین، انسان کو گمراہ کرتے ہیں اسی طرح بعض انسان، انسانوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ ﷺ نے صالحین کی ہم نشینی کی ترغیب دی ہے اور برے اور معصیت میں پھنسے ہوئے لوگوں سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

شیطان جہاں کفر وشرک میں مبتلا کرتا ہے کبائر اور معصیتوں میں پھنساتا ہے وہاں افضل عمل چھڑوا کر فضول اعمال میں انسان کو خوش رکھتا ہے۔سنت کی جگہ بدعت پر آمادہ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے۔شیطان کے مکائد کیا ہیں اور کن کن صورتوں میں وہ گمراہی میں مبتلا کرتا ہے۔شائقین اس کی تفصیل علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی تلبیس ابلیس اور حافظ ابن قیم کی اغاثۃ اللھفان میں ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا سلیم اللہ کمیرپوری جوارِ رحمت میں

مولانا سلیم اللہ کمیرپوری (خطیب جامع مسجد اہل حدیث بھلوال ضلع سرگودھا) ۱۹۔اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ......

مرحوم ایک قابل مبلغ دین، بہترین خطیب، کہنہ مشق استاذ تھے۔ایک طویل عرصے تک بھلوال کی مسجد اہل حدیث میں تبلیغی خدمات سرانجام دیتے چلے آ رہے تھے۔مسلک اہل حدیث کے ابلاغ اور اشاعت کے حوالے سے ان کی خدمات یقیناً خراجِ تحسین کی مستحق ہیں۔موصوف کو نماز ظہر کے وقت دورانِ وضو فالج کا عارضہ ہوا۔ہسپتال لے جایا گیا مگر دن ساڑھے تین بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔مرحوم کے جنازے میں ایک جم غفیر شامل تھا۔

الاعتصام کے اراکین مرحوم کی وفات پر ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔اور احباب جماعت سے بھی خصوصی دعائے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔

اللھم اغفرله وارحمهٗ وعافهٖ واعف عنهٗ . (محمد سلیم چنیوٹی)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: من سمع العطسة يقول: الحمد لله

جو چھینک سنے وہ الحمد للہ کہے

٩٥٢ . عن عليّ رضى الله عنه قالَ: مَنْ قالَ عندَ عطسةٍ سمِعَها: الحمدُ للهِ ربِّ العالمين على كُلِّ حالٍ ما كانَ، لم يجدْ وجعَ الضِّرْسِ ولا الأُذُنِ أبداً. (ضعيف موقوف)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص چھینک سن کر الحمد للہ ربّ العالمين على كل حال ما كان کہے اس کو کبھی داڑھ اور کان کا درد نہیں ہوگا۔"

باب: كيف تشميت من سمع العطسة؟

چھینک سن کر کس طرح جواب دے

٩٥٣ . عن أبي هريرة، عن النَّبِيِّ ﷺ قال: ((إذا عطسَ أحدُكُم فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فإذا قالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوْهُ أو صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَلْيَقُلْ هُوَ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.)) (صحيح البخاري)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے تو اس کا بھائی یا صاحب يرحمك الله کہے پھر وہ اس کے جواب میں يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔"

٩٥٤ . عن أبي هريرة، عن النَّبِيِّ ﷺ قالَ: ((إنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَطَاسَ ويكرَهُ التَّثَاؤبَ، وَإذا عطسَ أحدُكُم وحمِدَ اللّٰهُ كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مسلمٍ سَمِعَهُ أنْ يقُولَ: يَرْحمُكَ اللّٰهُ، فأمَّا التّثاؤبُ فإنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيطان، فإذَا تَثَاءَبَ أحدُكُم فليردهُ مَا اسْتَطَاعَ، فإنّ أحدَكُمْ إذا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ.)) (صحيح البخاري)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو جب اس نے الحمد للّٰہ کہا اس کے مسلمان بھائی پر واجب ہے کہ وہ يرحمك الله کہے۔ جمائی شیطان کی طرف سے ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکنے کی کوشش کرے کیوں کہ تم میں سے کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔"

٩٥٥ . عن أبي جمرةَ قالَ: سمعتُ ابنَ عبّاس يقولُ إذا شُمِّتَ: عَافَانَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ مِنَ النَّارِ، يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ. (صحيح الإسناد)

"ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو چھینک کے جواب میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عافانا الله واياكم من النار ويرحمكم الله اللہ ہمیں اور تم کو آگ سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

٩٥٦ . عن أبي هريرةَ قالَ: كنَّا جلوساً عندَ رسولِ اللّه ﷺ، فعطسَ رَجُلٌ فحَمِدَ اللّهَ، فقالَ لهُ رسولُ اللّهِ ﷺ: ((يَرْحَمُكَ اللّهُ)) ثُمَّ عَطَسَ آخَرُ فلمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا، فقالَ: يَا رَسُولَ اللّهِ رَدَدْتَ عَلى الآخَرِ ولم تَقُلْ لي شيئًا؟ قَالَ: ((إِنَّهُ حَمِدَ اللّهَ، وسَكَتَّ .)) (صحيح)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی کو چھینک آئی اس نے الحمد للّٰہ کہا تو رسول اللہ ﷺ نے یرحمك اللّٰہ کہا پھر دوسرے آدمی کو چھینک آئی تو رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہ کہا اس نے کہا آپ نے اس کو رحمت کی دعا دی اور میرے لیے کچھ نہیں کہا آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے الحمد للّٰہ کہا تھا اور تو خاموش رہا۔''

باب: إذا لم يحمد الله لا يشمّت

چھینک لینے والا جب الحمد للّٰہ نہ کہے تو اس کو یرحمك اللّٰہ نہ کہا جائے

٩٥٧ . عن أنس يقولُ: عطسَ رجلان عندَ النَّبيِّ ﷺ فشمّتَ أحدَهُما ولم يشمّتِ الآخرَ، فقالَ: شمّتَ هٰذا ولم يشمِّتْني؟ قالَ: ((إنَّ هٰذا حمِدَ اللّهَ، ولم تحمَدْهُ .)) (صحيح البخاري)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے چھینکا ان میں سے ایک کو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہ دیا اس آدمی نے عرض کیا آپ نے اس کو جواب دیا اور مجھے جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے الحمد للّٰہ کہا تھا تو نے الحمد للّٰہ نہیں کہا تھا۔''

٩٥٨ . عن أبي هريرة قال: جلسَ رجلان عندَ النَّبيِّ ﷺ أحَدُهُمَا أشرفُ منَ الآخَرِ، فعَطَسَ الشَّرِيْفُ منهما فلم يَحْمِدِ اللّهَ، ولم يشمِّتْهُ، وعطَسَ الآخَرُ فحَمِدَ اللّهَ فشمَّتَهُ النَّبيُّ ﷺ، فقالَ الشّريفُ: عطستُ عندَكَ فلم تشمِّتْني، وعطسَ هٰذا الآخرُ فشمَّتَهُ؟ فقالَ: ((إنّ هٰذا ذكرَ اللّهَ فذكرتُهُ، وأنتَ نسيتَ اللّهَ فَنَسيتُكَ .)) (حسن)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے سے زیادہ معزز تھا معزز کو چھینک آئی اس نے (الحمد لله) اللہ کی حمد نہ کی آپ نے اس کو (یرحمك الله) جواب نہ دیا دوسرے کو چھینک آئی اس نے (الحمد لله) حمد کی اس کو آپ ﷺ نے جواب میں یرحمك الله کہا۔ معزز آدمی نے کہا میں نے آپ کے پاس چھینک لی آپ نے مجھے یرحمك الله نہ کہا اس نے چھینک لی آپ نے اس کو یرحمك الله کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ کو یاد کیا میں نے اس کو یاد کیا اور تو اللہ کو بھول گیا میں تجھے بھول گیا۔''

باب: كيف يبدأ العاطس؟

چھینک لینے والا شروع میں کیا کہے

٩٥٩ . عن عبدِ اللّهِ بنِ عمرَ، أنّه كان إذا عطسَ فقيلَ له: يَرْحَمُكَ اللّهُ فَقَالَ: يَرْحَمُنَا وإيَّاكُمْ وَيَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ . (صحيح الإسناد)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب چھینک آتی (وہ الحمد للّٰہ کہتے) اور ان کو یرحمك اللّٰہ کہا جاتا تو وہ جواب میں کہتے یرحمنا اللّٰہ وایاکم ویغفرلنا ولکم اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہم کو تم کو بخش دے۔''



افتاء

کیا عورتیں اپنے سر کے بال کٹوا سکتی ہیں؟

شیخ الحدیث مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ

سوال: کیا عورتیں اپنے سر کے بال کٹوا سکتی ہیں؟ جیسے کہ بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے صحیح مسلم میں کچھ آثار ملتے ہیں؟

جواب: الحمد للّٰہ الاحد الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیآء وخاتم النبیین محمد وعلی آلہٖ الممجد. ومنہ الصدق والصواب.

حسن وجمال اور زیب وزینت عورت کی فطری ضرورت اور خواہش ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بھی بیان کیا ہے۔ کہ عورت جو زیورات میں پروان چڑھتی ہے اور جھگڑے کے وقت اپنی خوب صورتی کو بیان کرنے سے عاجز قرار پائی ہے۔ لہٰذا جیسے اس کا نین نقشہ، چوکھٹا، قد وقامت اور رنگ وروغن اس کے فطری حسن وجمال کے مظاہر ہیں۔ بعینہٖ اس کے سیاہ اور چمکتے دمکتے بال بھی اس کی زیبائی اور رعنائی کا ایک معتد بہ کردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گنجی عورت قبولِ صورت اور تیکھے نین نقشہ کے باوصف حسیناؤں میں شمار نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسلم خواتین سے ان کے سر کے بالوں کی افزائش اور حفاظت مطلوب ہے۔ اور بلا کسی طبی مجبوری کے سر کے بالوں کو کٹوانا حرام ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ اپنی سنن میں باب النھی عن حلق المرأۃ راسھا میں یہ حدیث لائے ہیں:

((عن علی رضی اللہ عنہ نھٰی رسولُ اللّٰہ ﷺ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَۃُ رَأْسَھَا.))

(سنن النسائی، ج: ۲، ص: ۳۷۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام بزار نے اپنی مسند میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔''

علامہ ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قولہ ان تحلق المرأ) رأسھا وذالک لان الذوائب لـلنسآءِ کاللِحٰی للرجال فی الھیئۃ والجمال. (حاشیہ مشکوٰۃ، ج: ۸، ص: ۳۸٤)

''رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اس وجہ سے ہے کہ خواتین کے حق میں چوٹیوں کو شکل وصورت اور حسن وجمال میں وہی حیثیت حاصل ہے جو مردوں کے حق میں داڑھی کو حاصل ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی نہی (ممانعت) اگر اس کا کوئی مخالف ومعارض حکم موجود نہ ہو تو تحریم کا تقاضا کرتی ہے (یعنی ایسی نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے۔) لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بلا کسی مجبوری کے بالوں کو چھوٹا کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی مسلم خاتون اپنے سر کے بال کٹوا کر کافرہ اور فاسقہ عورتوں کی طرح ماڈرن عورت بننا چاہتی ہے یا مردوں جیسی بننے کی خواہش مند ہے تو پھر بلاشک وشبہ حرام ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مشابہت اور مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ لیجیے ان دونوں کی ممانعت میں الگ الگ دو احادیث پیش خدمت ہیں:

((عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم .))

(رواہ احمد وابوداؤد۔ مشکوٰۃ، ص: ۳۷۵)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص اپنے آپ کو جیسا (لباس اور عادت واطوار کافروں اور فاسقوں) کی طرح بنائے گا وہ انہی (کافروں اور فاسقوں) میں شمار ہوگا۔''

((عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ لعن الله المتشبهين من الرجال بالنسآء والمتشبهات من النسآء بالرجال .))

(رواہ البخاری، مشکوۃ، ص: ۳۸۰)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔''

اگر حسن وجمال اور زیبائی ورعنائی میں مزید اضافہ کے لیے بال کٹوائے جاتے ہیں تو بہ ظاہر یہ بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ بال کٹوانے کی صورت میں درحقیقت حسن وجمال گہنا جاتا ہے۔ اور چہرہ بھدا اور بدصورت بن جاتا ہے۔ اور نیز تغییر لخلق الله اور طرح کا مثلہ ہے۔

الشیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان العرف الذی صار جاريا فی كثير من البلاد بقطع المرأة شعر رأسها الی قرب اصوله سنة افرنجية مخالفة لما كان عليه نسآء المسلمين ونسآء العرب قبل الاسلام فهو جملة الا يحرفات التی عمت البلوىٰ بها فی الدين والخلق والسمت وغير ذلك .

(اضواء البیان، ج: ۵، ص: ۵۹۸، ۵۹۹)

''بہت سے مسلم ممالک میں عورتوں کا اپنے بالوں کی جڑوں کی حد تک چھوٹا کرنے کا جو عام رواج چل نکلا ہے دراصل یہ فرنگی طور طریقہ ہے جو اس طور طریقہ کے سراسر مخالف ہے جس پر مسلمان خواتین بلکہ قبل از اسلام عرب خواتین عمل پیرا تھیں۔ یہ فرنگی طریقہ ان تمام انحرافات میں سے ایک ہے جو دین، اخلاق اور شکل وصورت میں عام ہوتے جارہے ہیں۔''

رہا آپ کا سوال کہ بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے سروں کے بال کاٹ لیے تھے۔ (صحیح مسلم)

جواب: ہمیں بلاشبہ اعتراف ہے کہ صحیح مسلم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مگر آپ کو اس واقعہ سے دلیل پکڑنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہ سوچ کر کہ چوں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے باوجود ہم آپ ﷺ کی زوجیت میں ہیں اور مزید یہ کہ امت کی مائیں اور یوں ہم تاحیات عدت وفات گزار رہی ہیں۔ اس لیے اب ہمیں زیب وآرائش کی ضرورت نہیں۔ اور ان کی بہترین زیب وزینت میں ان کے بال ہی تھے۔ لہٰذا انہوں نے ترک زینت کے لیے اپنے بال چھوٹے کرلیے تھے نہ کہ اپنے بناؤ اور سنگھار کے لیے جیسے کہ آج کی فریب خوردہ اور مغربی تہذیب کی دلدادہ عورتیں بزعم خویش اپنے حسن وجمال میں اضافہ کی خاطر بطور فیشن کے بال کٹواتی ہیں۔

الشیخ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالجواب: ان ازواج النبی ﷺ انما قَصِرْنَ رؤسهن بعد وفاته صلى الله عليه وسلم، فَلَهُنَّ حكم خاص بهن لا تشاركهن فيه امرأة واحدةٌ من نسآء جميع اهل الارض وهو انقطاع املهنّ انقطاعاً كلياً من التزويج

ویاسهن منه اليأس الذى لا يمكن ان يخالطهٗ طمع فهن كالمعتدات المحبوسات بسببهٖ صلى الله عليه وسلم الى الموت وقال تعالى ﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ والياس من الرجال بالكلية قد يكون سبباً للترخيص فى الاخلال باشيآء من الزينة لا تحل بغير ذالك السبب .

(تفسیر اضواء البیان، ج: ٥، ص: ٦٠١)

''ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد اپنے سروں کے بال چھوٹے کر لیے تھے اس لیے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کی حیات مبارکہ میں زیبائش وآرائش اور بناؤ سنگھار میں دلچسپی لیتی تھیں اور ان کی بہترین زیب وزینت میں ان کے بال بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو ایک خاص حکم حاصل ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے تمام روئے زمین کی تمام عورتوں میں سے کوئی ایک عورت بھی ان کی شریک اور ہم سر نہیں ہوسکتی تھی۔ اور وہ خاص حکم یہ تھا کہ نکاح کے نطق سے ان کی تمام توقعات ختم ہوچکی تھیں اور نکاح سے وہ اس حد تک مایوس ہوچکی تھیں کہ اس میں کسی حرص وطمع کی ذرہ بھر آمیزش کا تصور تک نہ تھا بنابریں وہ ایسی عدت گزار رہی تھیں جو ان کی تاحیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ہونے کی وجہ سے محبوس تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٣)

''پس تم کو چاہیے کہ اللہ کے رسول کو تکلیف نہ دینا اور نہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرنا۔ بے شک یہ کام اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔''

مردوں سے بے رغبتی اور ناامیدی زیبائش وآرائش کی بعض ایسی چیزوں میں کوتاہی اور سستی کے لیے رخصت کا سبب ہوسکتی ہے جو کسی دوسرے سبب کی بنا پر جائز نہیں ہوسکتی ہیں۔''

جواب ثانی:

قال القاضى عياض رحمه الله تعالٰى: والمعروف ان نسآء العرب انما كن يتخذن القرون والذوائب ولعل ازواج النبى ﷺ فعلن لهٰذا بعد وفاتهٖ صلى الله عليه وسلم لتركهن التزين واستغنائهن من تطويل الشعر وتخفيفا لمونة روسهن .

(تفسیر اضواء البیان، ج: ٥، ص: ٦٠١)

''بقول امام نووی رحمہ اللہ عیاض فرماتے ہیں عربی عورتوں میں زلفیں اور چوٹیاں رکھنے کا عام رواج تھا۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سر کی کنگھی پٹی کی مشقت سے بچنے کے لیے انہوں نے بال کترا لیے ہوں اور ویسے بھی ان کو اب ہمیشہ کی زیب وزینت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔''

اس بحث سے ثابت ہوا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اس عمل سے فیشن پرستی کے جواز میں دلیل اخذ کرنا درست نہیں۔ لہٰذا مسلم خواتین کو چاہیے کہ سروں کے بال کٹوانے کی بجائے ان کی مکمل حفاظت کریں۔ ان پر پوری توجہ دیں اور ان کی چوٹیاں بنا کر رکھیں۔ الشیخ صالح بن فوزان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

هذا ما عندى والله تعالٰى اعلم بالصواب .



نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ پنجابی زبان میں

محمد اسحاق بھٹی

۵۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ:

تقسیم ملک سے قبل پنجاب کے ضلع فیروز پور میں ایک چھوٹا سا گاؤں ''لکھوکے'' تھا جسے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے مشہور مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۷ء) کے پس وپیش ایک شخص حافظ محمد پیدا ہوئے، جن کے والد مکرم حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ جلیل القدر عالم اور رفیع المنزلت مدرس تھے۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے اپنے والد سے قرآنِ مجید حفظ کیا اور صرف ونحو، منطق وفلسفہ، معانی وبیان، فقہ واصول اور عربی ادبیات وغیرہ علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں دہلی گئے اور شاہ عبدالغنی مجددی، میر محبوب علی اور حضرت میاں سیّد نذیر حسین رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور حدیث کی سندیں لیں۔ نہایت ذہین اور صاحب مطالعہ بزرگ تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی مسکن لکھوکے واپس تشریف لائے اور مسند درس بچھائی۔ بے شمار علماء وطلباء نے ان سے استفادہ کیا، بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں، جن میں پنجابی نظم کی تفسیر محمدی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں احوال الآخرت، زینت الاسلام وغیرہ کتابیں ان کی تصانیف میں شامل ہیں۔ سنن ابی داؤد اور مشکوٰۃ شریف کے عربی میں حواشی تحریر فرمائے۔ پنجابی نظم کی کتابوں (تفسیر محمدی، انواع محمدی اور احوال الآخرت وغیرہ) میں جا بجا نبی ﷺ کی سیرت بیان فرمائی گئی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل کے پنجاب میں ان کی کتابیں گھروں میں بڑے اہتمام اور دلچسپی سے پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔

حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل کی فراوانی کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ اور صالحیت کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔ انھوں نے ۹۰ برس عمر پا کر صفر ۱۳۱۱ھ (ستمبر ۱۸۹۳ء) میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۶۔ مولوی نبی بخش حلوائی رحمہ اللہ:

گزشتہ دور کے لاہور اہل علم میں ایک بزرگ مولوی نبی بخش حلوائی تھے۔ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۵۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد ذاکر بگوی، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام دست گیر قصوری اور بعض دیگر اساتذہ سے تحصیل علم کیا۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ پنجابی زبان میں ''تفسیر نبوی'' کے نام سے قرآنِ مجید کی تفسیر لکھی۔ نبی ﷺ کی سیرت کا قرآن کی بے شمار آیات میں کہیں قدرے تفصیل سے اور کہیں اشاروں کے رنگ میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ مولوی نبی بخش حلوائی نے ان مقامات میں نبی ﷺ کے بہت سے واقعات بیان کر دیے ہیں۔ خاص سیرت کے موضوع پر ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ ۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے۔

۷۔ مولوی حبیب اللہ:

یہ بزرگ بمقام کمبو ضلع امرتسر ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مختلف حضرات سے عربی، فارسی اور انگریزی پڑھی۔ قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھا، صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں، علم طب پڑھا۔ جوانی کی منزل کو پہنچے تو پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ اٹھارہ سال ملازمت کر کے مختاری کا امتحان دیا۔ پھر بہاول پور چلے گئے اور دکان داری کرنے لگے۔ پنجابی نظم میں ایک کتاب خزینۃ الاسرار لکھی۔ پھر حبیب الثقلین لکھی۔ سورہ فاتحہ، سورہ یٰسین اور سورہ والضحیٰ کی منظوم پنجابی تفسیریں لکھیں۔

علاوہ ازیں یوسف زلیخا، گلزار آدم، گلزار موسیٰ، گلزار عیسیٰ، مجموعہ

خطبات حبیب اللہ، نور العیون فی قصۃ موسیٰ وہارون کتابیں تصنیف کیں۔ قصہ جابر، جنگ نامہ حبیب اللہ، معراج نامہ، تفسیر سورہ یوسف اور احوال الآخرت کے علاوہ سیرت کے موضوع پر اکرام مصطفیٰ ان کی تصانیف میں شامل ہے۔ انھوں نے ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔

۸۔ محمد عبدالکریم قریشی:

محمد عبدالکریم قلعدار (ضلع گجرات) کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام مولوی فضل احمد تھا۔

۱۷۔ فروری ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ پنجابی نظم میں ''روح المیلا د فی ذکر المیلا د'' کے نام سے کتاب لکھی جو بڑی مشہور ہوئی۔ اس کے علاوہ ''صلح نامہ حدیبیہ'' اور ''تاریخ فتح مکہ'' بھی پنجابی نظم میں تصنیف کیں۔ ان کتابوں میں سیرت طیبہ بیان کی گئی ہے۔

۹۔ چودھری فضل حق صابر:

چودھری فضل حق صابر موضع دھریالاسیگن (تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی) میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام چودھری بہادر علی خاں تھا، وہ ریاست بہاول پور کے نواب محمد بہاول خاں کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ پھر افسر انچارج تعمیرات ہوئے۔ آخر میں ریاست کے اکاؤنٹنٹ جنرل بنا دیے گئے تھے۔

چودھری فضل حق صابر نے ابتدائی تعلیم بہاول پور میں پائی۔ ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا، پھر لا کالج میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۴ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کرکے وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۲۸ء میں مقابلے کے امتحان میں کامیاب ہوئے تو جج بنا دیے گئے۔ پنجاب کے کئی ضلعوں میں یہ خدمت سرانجام دینے کا موقع ملا۔ کچھ عرصہ فوج میں بھی ملازمت کی۔

پنجابی شاعری سے ابتدائی عمر ہی میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ ان کے والد چودھری بہادر علی خاں بہاول پور کے اسلامی ماحول سے متاثر تھے، بیٹے نے بھی یہ اثر قبول کیا اور عادات واطوار اور زندگی کے معاملات میں ان پر ہمیشہ اسلامی احکام کا غلبہ رہا۔ پنجابی شاعری بھی اسلام کے دائرے میں رہی۔ چناں چہ آیت الکرسی کا منظوم ترجمہ کیا۔ اللہ الصمد کی پنجابی تفسیر لکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اشعار لکھے۔ ''سیرۃ الحبیب'' کے نام سے پنجابی نظم میں نبی ﷺ کی حیات طیبہ لکھی اور شائع کی۔ حضور ﷺ سے متعلق ''کملی والا'' کے عنوان سے بہت سے اشعار لکھے۔

۱۰۔ سلیم خاں گمی:

۲۹ جون ۱۹۳۲ء کو جین پور ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام کریم داد خاں تھا اور وہ پوسٹ مین تھے۔ سلیم خاں گمی نے میٹرک سیالکوٹ میں ۱۹۴۹ء کو اور بی اے اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۵۳ء میں کیا۔ پھر دو سال ایک سکول میں ٹیچر رہے۔ ۱۹۵۸ء میں ریڈیو پاکستان لاہور سے وابستہ ہوگئے۔ سلیم خاں گمی کو پنجابی ادب اور پنجابی کتابوں اور مصنفوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ شریف الطبع اہل علم تھے۔ ریڈیو پاکستان کے بڑے افسروں میں سے تھے اور بے حد متواضع شخص تھے۔ مختلف موضوعات پر ان کے مضامین رسائل وجرائد میں چھپتے رہتے تھے۔ سیرت کے موضوع سے انھیں خاص طور پر لگاؤ تھا۔ اس سلسلے کے مضامین کے علاوہ انھوں نے ''چن عربوں چڑھیا'' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی جو ۱۹۹۳ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔ ۲۰۷ صفحات کی یہ کتاب پنجابی نثر میں ہے۔ ''وگدی ندی'' کے عنوان سے اس پر ڈاکٹر امان اللہ خاں (سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے مقدمہ لکھا۔

کتاب کے آغاز میں فاضل مصنف سلیم خاں گمی نے سیرت نگاری کے بارے میں ضروری تفصیلات بیان کی ہیں اور اس پر پنجابی زبان میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں، اختصار مگر جامعیت کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر نبی ﷺ کی ابتدائی زندگی سے لے کر آپ کی بیماری، وفات اور تدفین تک کے واقعات خاص تسلسل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ سیرت کے موضوع پر پنجابی نثر میں یہ معلومات افزا کتاب ہے۔

۱۱۔ مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ:

مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن کے ایک

گاؤں ککا کڑیالا میں ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ عالم دین بھی تھے اور مشہور طبیب بھی تھے۔ پنجابی کے ممتاز شاعر تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ ترنم کے ساتھ وہ کسی جلسے میں شعر پڑھتے تو سماں بندھ جاتا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے بعض اہم واقعات پنجابی نظم میں بیان کیے ہیں۔ مثلاً: ''جھوک مدینے والے احمد سرداردی'' اور حلیہ مصطفیٰ ''جھوک وسیندی ڈٹھی جگاں دے پیر دی، نام محمد والا کالجے ٹھار دا'' ان کی خوب صورت کتابیں ہیں۔ اسی طرح دریتیم، سچے موتی اور اَن وِدھ موتی پنجابی نظم میں ان کی وہ کتابیں ہیں جن میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے سلسلے کے واقعات بے حد اثر انگیز اسلوب میں اشعار کے قالب میں ڈھالے گئے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا کے موضع چک نمبر ۳۹ گ ب میں آبسے تھے۔ ان کے شعری مجموعے ملک سنز کارخانہ بازار۔فیصل آباد کی طرف سے چھپے۔

مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ نے ۲۳ جولائی ۱۹۷۸ء کو وفات پائی۔

۱۲۔ شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ:

شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ فیصل آباد کے رہنے والے تھے اور پنجابی کے معروف شاعر تھے۔ ان کے چودہ پندرہ شعری مجموعے شائع ہوئے، جن کے نام یہ ہیں: سنہری کرناں، تکھیاں سولا، کونبلاں، ساویاں لگراں، چھلاں، لشکاں، کھڑ دے پھل، مہکدے پھل، ٹہکدے پھل، چن تارے، چمکدے تارے، دمکدے تارے، کچیاں کلیاں، سُچیاں کلیاں۔

ان مجموعوں پر مولانا عبدالمجید سالک، مولانا غلام رسول مہر، ملک نصر اللہ خاں عزیز جیسے مشہور شاعروں نے مقدمے لکھے۔ سعید الفت غالبًا پنجابی کے واحد شاعر ہیں، جن کے مجموعوں پر بہت سے نامور علماء وشعراء نے مقدمات تحریر کیے۔

ان مجموعوں کے متعدد مقامات میں نبی ﷺ کی سیرت کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ مجموعے دو ضخیم جلدوں میں نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور نے شائع کیے۔

سعید الفت نے ۸ جولائی ۱۹۹۰ء کو وفات پائی۔

۱۳۔ اخلاق عاطف:

جناب اخلاق عاطف صاحب پنجابی اور اردو دونوں زبانوں کے شاعر ہیں۔ ان کا تعلق سرگودھا سے ہے اور انھوں نے نبی ﷺ کی پاک سیرت کے سلسلے میں ''سیرت دا چانن'' کے نام سے پنجابی نثر میں خوب صورت کتاب تصنیف کی ہے، جو ''مجلس میاں محمد سرگودھا'' نے پہلی مرتبہ مئی ۲۰۰۳ء میں شائع کی۔ یہ کتاب مکتبہ اخوت حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور سے مل سکتی ہے۔ کتاب ۱۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۴۔ الٰہی بخش بھٹی:

مولانا الٰہی بخش بھٹی موضع بمباں والا (ضلع سیالکوٹ) کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ''عبدہ ورسولہ'' کے نام سے پنجابی نظم میں نبی ﷺ کے مختصر حالات لکھے۔ ان کی یہ کتاب جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ (دسمبر ۱۹۲۵ء) میں کرشنا سٹیم پریس گوجراں والا سے چھپی۔ کتاب پنجابی نظم میں ہے، لیکن موضوع کی مناسبت سے مصنف نے مختلف مقامات میں جو قرآنِ مجید کی آیات اور احادیث لکھی ہیں، ان کا ترجمہ اردو میں کیا ہے۔

صفحہ اوّل پر ایک حدیث لکھی ہے، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری تعریف اس طرح نہ کرنا جس طرح کے عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف کی (اور انھیں اللہ کا بیٹا بنا دیا) میں تو اللہ کا بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (ﷺ)

۱۵۔ حاجی چراغ دین:

یہ بزرگ ۱۹۰۱ء میں موضع جونیکے میں پیدا ہوئے جو اب لاہور میں شامل ہے۔ سیرت کے موضوع پر ان کی تصنیف کا نام ''ربّ دا حبیب'' ہے۔ یہ کتاب ۲۴۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں حضور ﷺ کا تذکرہ نظم میں بھی کیا گیا ہے اور نثر میں بھی۔ اسے ۱۹۴۸ء میں لوک پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔ ''ربّ دا حبیب'' کے علاوہ مصنف کی کتابوں میں چراغ محمدی، چراغ ہدایت، مدینے دے موتی، مکے دا میلہ، حشر دا میدان، حقوق الزوجین، حقوق الوالدین،

شاہنامہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

۱۶۔ مولانا ولی محمد:

موضع بونگہ کلاں ضلع شیخوپورہ کے ایک پنجابی کے شاعر کا نام مولانا ولی محمد تھا، جنھوں نے واقدی کی کتاب المغازی کا ''غزواتِ اسلامیہ'' کے نام سے پنجابی نظم میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب جو بڑے سائز کے ۴۴۸ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کی طرف سے ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۲ء) میں شائع ہوئی۔ اس میں نبی ﷺ کے غزوات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی جنگوں کا ذکر بھی خوب صورت اشعار میں پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس سے آگے برصغیر کے بعض بادشاہوں، مثلاً محمود غزنوی اور غیاث الدین بلبن وغیرہ کی ان لڑائیوں کا ذکر ہے جو انھوں نے غیر مسلم حکمرانوں سے کیں۔

نبی ﷺ کے غزوات کو سیرتِ طیبہ کے بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۷۔ حکیم عبداللطیف عارف گجراتی:

۱۸۹۵ء میں بمقام گھڑتل ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ یورپ کی پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع اور ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تھی۔ اس کے اختتام پر برصغیر میں انگریزی حکومت کے خلاف آزادی کی تحریک نے زور پکڑا۔ اسی زمانے میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا، تو حکیم عبداللطیف عارف اس میں شامل ہوگئے۔ پنجابی کے شاعر تھے۔ انگریزی حکومت کے خلاف جلسوں میں نظمیں پڑھنے لگے تو گرفتار کرکے میاں والی جیل میں قید کردیے گئے۔ اسی جیل میں مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی، سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے سیاسی رہنما قید تھے۔

حکیم عبداللطیف عارف نے جیل میں خیر البشر (المعروف کملی والا) کے نام سے نبی ﷺ کی منظوم پنجابی سیرت لکھی۔ سیرت کی اس منظوم کتاب کے متعدد مقامات پر نثر کی صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح کتاب نظم ونثر کا خوب صورت مرقع بن گئی۔

۱۸۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر:

ان کے دادا میاں امام دین کسی زمانے میں کشمیر کی سکونت ترک کر کے گوجراں والا آ بسے تھے۔ حکمت ان کا پیشہ تھا۔ ان کے ایک بیٹے کا نام لال دین تھا۔ باپ کی طرح وہ بھی حکیم تھے۔ انہی حکیم لال دین کے بیٹے فقیر محمد فقیر تھے جو ۵ جون ۱۹۰۰ء کو گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے بھی باپ دادے والا پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۹۱۵ء میں میڈیکل کالج لاہور کی لیبارٹری میں حکمت کی تربیت حاصل کی اور پھر وہیں ملازمت کرلی۔

بعد ازاں اپنے شہر گوجراں والا آ کر شفاخانہ کھول لیا۔ پنجابی کے مشہور ادیب اور شاعر تھے۔ مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر لاہور سے ماہنامہ ''پنجابی'' رسالہ بھی جاری کیا تھا۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے مہکدے پھل اور صدائے فقیر وغیرہ منظوم کتابیں لکھیں۔ سیرت کے متعلق ان کا بہت بڑا کام یہ ہے کہ انھوں نے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی سیرت کے موضوع کی تصنیف "النبی الخاتم" کا منظوم پنجابی ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے ۱۹۷۴ء کو وفات پائی۔

۱۹۔ مولوی کرم دین از ہر بھیروی رحمہ اللہ:

مولوی کرم دین از ہر ۱۸۷۲ء میں بمقام بھیرہ پیدا ہوئے۔ مولوی غلام رسول بھیروی سے تحصیل علم کی۔ سولہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے۔ پنجابی نظم کی کئی کتابیں لکھیں، جن میں قصص المحسنین (قصہ یوسف زلیخا) سبیل المتقین، احوالِ آخرت اور گلزار یونس شامل ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر گلزار محمدی لکھی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پنجابی نظم میں ہے۔ اس کا زیادہ تر مواد معارج النبوۃ اور مدارج النبوۃ سے لیا گیا ہے۔

پہلی جلد ہجرتِ مدینہ تک کے حالات پر محیط ہے۔ دوسری جلد

میں فتح مکہ تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسری جلد میں نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دیگر بہت سے واقعات ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔

۲۰۔محمد شریف انجم:

موجود دور کے پنجابی شعراء میں جناب محمد شریف انجم کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ وہ قصور سے تعلق رکھتے ہیں اور خوب صورت شعر کہتے ہیں۔ ان کے پنجابی اشعار کے جو مجموعے چھپ چکے ہیں، ان میں ایک مجموعہ ''قلم وگائے اتھرو'' ۱۹۹۳ء میں چھپا اور ایک مجموعہ ''سجری سویر'' کے نام سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ ان کا تیسرا مجموعہ ''حرا دا چانن'' ہے، جس کی اشاعت مئی ۲۰۰۰ء میں مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور کی طرف سے ہوئی۔ ۲۶۳ صفحات کا یہ مجموعہ نبی ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ شریف انجم اسلامی تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے کلام میں بڑا زور اور بے حد روانی ہے، اس کے ساتھ نہایت خلوص اور انتہائی محبت رسول ﷺ بھی ان کے دل میں گھر کیے ہوئے ہے۔ شاعر نے نبی ﷺ کی زندگی کے جس واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے، نہایت پیار کے لہجے میں کیا ہے۔ بالخصوص غزواتِ نبوی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا فن شعری پورے عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ ''حرا دا چانن'' پر مقدمہ پروفیسر علامہ محمد سعید عابد نے اردو میں لکھا جو اس موضوع سے متعلق بہت سی معلومات پر مشتمل ہے۔ پنجابی میں دو حضرات نے الگ الگ دو فلیپ لکھے۔ ایک حافظ عبدالحمید ازہر نے اور آخری صفحے پر مشہور شاعر اور نعت نویس مرحوم حفیظ تائب نے ...... شریف انجم نے سیرت پر پنجابی کا یہ مجموعہ دراصل حافظ عبدالحمید ازہر کی تجویز وتحریک سے لکھا۔

مختصر الفاظ میں یہ صرف بیس حضرات کا تذکرہ ہے، جنھوں نے نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر پنجابی میں کتابیں تصنیف کیں اور ان کتابوں کے نام بھی لکھ دیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اصحابِ علم نے یہ خدمت سرانجام دی۔ نثر میں کم اور نظم میں زیادہ۔

پنجابی زبان میں تصنیف وتالیف کے کئی دور آئے۔ ایک ایسا دور آیا جس میں مذہبی اور دینی کتابیں کثیر تعداد میں لکھی گئیں۔ یہ وہ دور تھا جب کہ واعظین ومبلغین کا ذریعہ اظہار پنجابی زبان تھا۔ اس دور میں اسلامی احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پنجابی زبان میں بیان کیے جاتے تھے۔ حقوق الوالدین، حقوق الزوجین، حقوق العباد اور حقوق الاولاد قسم کی کتابیں بھی اس زبان میں معرضِ تحریر میں آئیں۔ لوگ یہ کتابیں خریدتے اور بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔

پنجابی زبان ہر قسم کے مضامین کی وضاحت کی بے پناہ صلاحیت رکھتی ہے۔ تمام مسائل کی تشریح اس زبان میں آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ اس میں قرآنِ مجید کی تفسیریں لکھی گئیں، احادیث نبوی ﷺ سے متعلق کتابیں تصنیف کی گئیں، روز مرہ پیش آنے والے فقہی مسائل ضبط کتابت میں لائے گئے۔ بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے لیے پنجابی میں پکی روٹی، مسّی روٹی، مٹھی روٹی وغیرہ چھوٹی چھوٹی کتابیں تالیف کی گئیں جو انھیں کسی زمانے میں باقاعدہ مسجدوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔

نبی ﷺ کی سیرت کے متعلق گزشتہ صفحات میں جن بیس مصنّفین اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اس سلسلے میں مولوی روشن دین نے سراج محمدی، باغیچہ محمدی، فضائل محمدی، ہجرت محمدی، شانِ محمدی کے ناموں سے کئی کتابیں لکھیں۔

ایک بزرگ محمد شاہ دین نے اکرام مصطفی ﷺ لکھی۔

ایک اور عالم دین محمد فاضل شاہ پوری نے قصص الانبیاء وغیرہ کتابیں لکھیں۔

بعض مصنّفین نے شمائل نبوی ﷺ، حلیہ شریف، مناقب رسول ﷺ، معراج نامے جیسے بے شمار چھوٹے بڑے رسالے پنجابی شعروں میں لکھے۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پنجابی میں دیگر موضوعات سے متعلق کتابوں کے علاوہ سیرت النبی ﷺ پر بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں۔

احوالِ اُمّت

زوال امت کا سبب

ٹیکنالوجی سے محرومی یا ایمان سے محروم قیادتیں؟

محمد اقبال کیلانی (جامعہ ملک سعود، الریاض۔سعودی عرب)

نائن الیون کے خودساختہ ڈرامہ کے بعد امت مسلمہ، خاص طور پر اہل پاکستان جس المناک صورت حال سے دوچار ہیں اس پر دل حساس رکھنے والا ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ آخر مسلمانوں کے اس زوال اور پستی کا اصل سبب کیا ہے؟

مارچ ۲۰۱۱ء کے ماہنامہ ''محدث'' لاہور، شمارہ نمبر ۳۴۵ میں ''عہد رسالت ﷺ اور سائنس وٹیکنالوجی'' کے عنوان سے شائع ہونے والا مقالہ ایسے ہی دل دردمند کی ایک پکار ہے جس میں مقالہ نگار محترم ڈاکٹر نعمان ندوی صاحب نے قرآنی آیات اور سیرت طیبہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ موجودہ زوال امت ہمارے ضعف ایمان کا نتیجہ ہے۔

محترم ندوی صاحب کے مقالہ پر مدیر محدث محترم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب نے اپنے مختصر تبصرہ میں مقالہ نگار کے موقف کو ''قابل غور'' قرار دیا ہے اور ساتھ یہ وضاحت فرمائی ہے ''ذاتِ باری تعالیٰ پر اعتقاد اور اعتماد رکھنے کو شرط ایمان ٹھہراتے ہوئے دنیا کے دار الاسباب ہونے کے تحت اللہ تعالیٰ سے عملی رویہ کے طور پر امت مسلمہ کو دنیاوی اسباب کی جستجو کی تلقین کی ہے۔ بطور مثال قرآنِ کریم ہمیں ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی ہدایات دیتا ہے...... دورِ حاضر کے ''تناظر میں امت مسلمہ پر سائنس وٹیکنالوجی کا اصول واجب ہوتا ہے۔''

نائن الیون کے مکر وفریب پر مبنی حادثہ کے فوراً بعد اس وقت کے صدر جنرل (ر) مشرف کے امریکہ کے مطالبہ پر سب کچھ اس کے حوالے کردیا تب سے مشرف کے حواریوں اور امریکہ کے نمک خواروں نے بڑے زور شور سے یہ بحث شروع کر رکھی ہے کہ ہم ٹیکنالوجی میں امریکہ سے بہت پیچھے ہیں ہم کسی صورت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے لہٰذا ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن نہیں کہ ہم بلا چوں وچرا امریکہ کی ہر بات تسلیم کریں ورنہ وہ ہمیں پتھر کے دور میں پہنچادے گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امت مسلمہ پر سائنس اور ٹیکنالوجی حاصل کرنا یا اس میں ترقی کرنا واجب ہے یا نہیں، ہماری ناقص رائے میں یہ بحث عوام الناس کو الجھانے اور اصل مسئلے سے توجہ ہٹانے کے لیے کی جارہی ہے۔

غور فرمایئے اگر کسی شخص پر کتا حملہ آور ہورہا ہو تو کیا اسے یہ بتانے یا سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ ہاتھ میں ڈنڈا پکڑے اور کتے کو مار بھگائے؟ یہ بات تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے کہ وہ دشمن سے اپنا دفاع کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے اور پھر اس کا حکم بھی دیا ہے ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ اپنی جان یا اپنے وطن کے دفاع کے لیے ٹیکنالوجی کا حصول یا اس میں ترقی کے لیے کوشش کرنا تو ایک طے شدہ امر ہے جس سے کسی بھی ہوش مند انسان کو انکار نہیں ہوسکتا۔

اصل سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان کے پاس کم از کم اپنا دفاع کرنے کے لیے ٹیکنالوجی بھی ہے یا نہیں؟

ہم زمینی حقائق کی بنا پر پورے وثوق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

پاکستان کے پاس اپنے دفاع کے لیے الحمد للہ بھرپور قوت اور ٹیکنالوجی موجود ہے۔

آج پاکستان کی سلامتی اور خود مختاری کے لیے جو بات سوالیہ نشان بن چکی ہے اور جس وجہ سے وطن عزیز کا باشعور طبقہ دن رات آگ کے انگاروں پر پھٹ رہا ہے وہ ہمارے ملک کے قبائلی علاقوں میں دشمن کے ڈرون حملے ہیں جن کی وجہ سے بے گناہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے شہید ہورہے ہیں۔ ہماری عسکری قیادت کا یہ بیان پہلے شائع ہو چکا ہے کہ ہم ڈرون حملوں کو روکنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں اور اب روزنامہ جنگ کے معروف کالم نگار عرفان صدیقی نے لکھا ہے کہ میں نے ایک ملاقات میں براہِ راست فضائیہ کے سربراہ چیف مارشل راؤ قمر سلیمان سے ڈرون حملوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا ''سیاسی حکومت فیصلہ کرلے ہمیں حکم دے ہم ان ڈرونز کو چڑیوں کی طرح مار گرائیں گے؟''

(روزنامہ جنگ، ۲۱ مارچ ۲۰۱۱ء)

سوال یہ ہے کہ ٹیکنالوجی اور کس بلا کا نام ہے اپنے دفاع کے لیے ہمیں اور کس نوعیت کی ٹیکنالوجی چاہیے؟ کیا ہندوستان کے آخری کونے تک مار کرنے والے میزائلوں کی ٹیکنالوجی پاکستان کے پاس موجود نہیں؟ جس ملک کے سائنس دانوں کے پاس ایٹم بم بنانے کی ٹیکنالوجی موجود ہے کیا وہ ہائیڈروجن بم یا مدو بم بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے؟

حال ہی میں پاکستان نے ملٹی ٹیوب بلسٹک میزائل حتف نصر کا کامیاب تجربہ کیا ہے جو ایٹمی وار ہیڈز کے ساتھ ۶۰ کلومیٹر تک زمین سے زمین تک مار کرتے ہوئے دشمن کو نشانہ بنا سکتا ہے۔

(روزنامہ جنگ، ۲۰ اپریل ۲۰۱۱ء)

ٹیکنالوجی کی رٹ لگانے والوں سے ہم یہ پوچھتے ہیں کیا یہ ٹیکنالوجی نہیں؟

امریکی ویب سائٹ ''دی ہوفنگ ٹاؤن پوسٹ'' نے پاکستانی سائنس دانوں کی ٹیکنالوجی میں کامیابیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ''پاکستان رواں دہائی کے آخر تک دنیا کی چوتھی بڑی جوہری طاقت بن جائے گا پاکستان نے ایٹمی وار ہیڈز لے جانے کے لیے کروز اور دیگر میزائلوں کے ساتھ ساتھ آبدوزوں کے بھی کامیاب تجربے کیے ہیں۔ پاکستان کے پاس ۷۰ سے ۹۰ ایٹمی وار ہیڈز ہیں جو اس کے حریف سے بھی زیادہ طاقتور ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایٹمی صلاحیت کا یہ ملک حملہ کرنے والے کو بھرپور جواب دینے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔''

(اردو نیوز جدہ، یکم اپریل ۲۰۱۱ء)

پاکستان اور سعودی عرب میں اپنی چالیس بیالیس سالہ ملازمت کے دوران مجھے الحمدللہ سعودی، ترکی، مصری، سوڈانی، ملائی، امریکی اور یورپی سائنس دانوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنا پر میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلم ممالک کے سائنس دان کسی طرح بھی صلاحیت کے اعتبار سے یورپ اور امریکہ کے سائنس دانوں سے کم نہیں۔

آپ نے یہ خبر ضرور پڑھی ہوگی کہ ۲۰۰۹ء میں ایک امریکی بنک کی اے ٹی ایم مشین کے نیٹ ورک میں خرابی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے مختلف ممالک میں اس کی سینکڑوں برانچوں کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا امریکہ میں ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے ماہرین سر جوڑ کر بیٹھے لیکن حل تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ بنک نے امریکہ کے علاوہ برطانیہ میں متعدد یونیورسٹیوں سے رابطہ کیا لیکن تمام ماہرین وہ خرابی دور کرنے میں ناکام ہوگئے اس دوران مانچسٹر یونیورسٹی کے چانسلر نے اپنے سیکرٹری کو پاکستان میں ۱۵ سالہ طالب علم عمار سے رابطہ کرنے کا حکم دیا رابطہ کرنے پر چانسلر نے خود عمار سے بات کی عمار نے چانسلر سے سافٹ ویئر کا کوڈ طلب کیا اور چند منٹوں میں ٹھیک کرکے واپس بھیج دیا جس پر عمار کو بنک نے ۲۵ ہزار ڈالر انعام دیا۔

یاد رہے عمار اس واقعہ سے قبل مانچسٹر یونیورسٹی سے کمپیوٹر کے مشکل ترین امتحان اوریکل نائن آئی (Oracle) میں سب سے زیادہ نمبر لے کر ورلڈ ریکارڈ قائم کرچکا تھا۔ (روزنامہ ایکسپریس، ۵ جولائی ۲۰۰۹ء)

۲۰۰۷ء میں پاکستان کی ایک ۹ سالہ ذہین وفطین طالبہ ارفع کمپیوٹر کے عالمی امتحان ''مائیکرو سافٹ سرٹیفکیشن'' میں کامیاب ہو کر ورلڈ ریکارڈ قائم کرچکی ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اردو ڈائجسٹ اپریل ۲۰۰۷ء پاکستان کی ونڈر گرل)

جس ملک کے ۱۵ سالہ اور ۹ سالہ بچے ٹیکنالوجی میں ورلڈ ریکارڈ قائم کرسکتے ہیں اس ملک کے پختہ کار سائنس دانوں کا کوئی ثانی ہوسکتا ہے؟

شاید آپ جانتے ہوں گے برطانیہ اور جرمنی سے برآمد ہونے والے بعض کیمیکلز پاکستان میں تیار ہوتے ہیں عالمی معیار کے مطابق ہونے کی وجہ سے برطانیہ اور جرمنی پاکستان سے اپنے ہاں درآمد کرکے اپنی کمپنیوں کے نام سے خوب صورت پیکنگ کرکے کئی گنا زیادہ منافع پر برآمد کرتے ہیں۔ سرجری کے سامان کے بارہ میں تو پاکستان کا ہر ہنرمند جانتا ہے کہ برسوں سے یہ سامان سیالکوٹ میں عام کاریگر یا ہنرمند تیار کرتے ہیں۔ جہاں سے برطانیہ اور جرمنی درآمد کرکے اس سامان پر ''Made In England'' اور ''Made In Germany'' کی مہریں لگا کر برآمد کرتے ہیں۔

چار پانچ سال قبل مجھے اپنے بھائی صاحب سے ملاقات کے لیے تربیلا ڈیم جانا تھا راستے میں واہ کینٹ کے قریب بعض دوستوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رکھی تھی دوستوں سے ملاقات کے بعد انہوں نے مجھے اپنی ورکشاپ دکھائی جہاں وہ سپئیر پارٹس تیار کررہے تھے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ یہ سپئیر پارٹس ہم واہ آرڈیننس فیکٹری کے لیے تیار کررہے ہیں۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کا المیہ ٹیکنالوجی ہرگز نہیں اصل المیہ ایمان سے محروم، نالائق، عیاش اور بزدل قیادتیں ہیں جن میں ٹیکنالوجی اور قوت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور توکل نہیں کہ سر اٹھا کر دشمنوں سے بات کرنے کا حوصلہ کرپائیں۔

بدر وحنین اور موتہ وتبوک کی مثالیں تو جانے دیجئے کہ مادہ پرست اور ٹیکنالوجی کے ثنا خواں کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو خیر القرون کی باتیں ہیں اب کہاں؟ آج سے دو عشرے قبل جب روس جیسی سفاک سپر پاور نے افغانستان پر حملہ کیا تب امریکہ بھی روس سے خوف زدہ تھا اور پاکستان کو نصیحت کررہا تھا کہ روس کی مزاحمت نہ کرو۔ روس جہاں جاتا ہے وہاں سے واپس نہیں لوٹتے۔ امریکی امداد شروع ہونے سے کم از کم ڈیڑھ دو سال پہلے تک آخر وہ کون سی قوت اور ٹیکنالوجی تھی جس نے ضیاء الحق اور افواجِ پاکستان کو روس کے مدمقابل لا کھڑا کیا؟

چلئے لمحہ بھر کے لیے ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ کفار کے مقابلہ میں ہمارے زوال اور پستی کا سبب ٹیکنالوجی کی قلت یا محرومی ہے لیکن اس سوال کا جواب کیا ہے کہ ملک کے اندر معیشت کی تباہی، بدامنی، دہشت گردی، ڈاکے، اغوا، چوریاں، ٹارگٹ کلنگ، کرپشن، اسٹیل مل سکینڈل، پنجاب بنک سکینڈل، انشورنس کارپوریشن سکینڈل، نیشنل پاور کمپنیز سکینڈل اور اب حج سکینڈل، اوپر سے لے کر نیچے تک جرائم کی بھرمار۔ ساری دنیا کی نظروں میں یہ جگ ہنسائی اور ذلت بھی کسی ٹیکنالوجی کی قلت کے سبب ہے؟ آخر اس ذلت اور رسوائی کا ذمہ دار کون ہے؟

جس اسلامی جمہوریہ کا صدر قوم سے خطاب میں کلمہ طیبہ صحیح نہ پڑھ سکے، وزیراعظم تعدد ازواج کا سرعام مذاق اڑائے اور شراب پینے کا اعتراف کرے، جس ملک کی وزیراعظم قانون حدود کو ظالمانہ سزائیں قرار دے اور جس کا مبلغ علم اتنا ہی ہو کہ اسے اذان بجنے اور کہنے کا فرق تک معلوم نہ ہو، جس ملک کا صدر بین الاقوامی پلیٹ فارم پر داڑھی، حجاب اور قانون حدود کا مذاق اڑائے، ڈالروں کے لالچ میں مجاہدین، محبّ وطن افراد اور قوم کی بیٹیوں کو بیچ ڈالے، جس ملک کا وزیر تعلیم قرآنِ مجید کے چالیس پارے بتائے، جس ملک کا وزیراعظم خود ڈرون حملوں کی اجازت دے اور قوم کے سامنے ان کی مذمت کرے، جس ملک کے وزیر داخلہ کو سورۃ اخلاص تک پڑھنی نہ آئے، جس ملک کے ایک صوبہ کا گورنر قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہے، جس ملک کے وزیراعظم کے ایک مشیر صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی تفسیر پڑھ کر وفاق کا امتحان پاس کیا ہو، جس ملک کی اسمبلی کے بیشتر ارکان نہ صرف ان پڑھ ہوں بلکہ جعلی ڈگریوں کی دھوکہ دہی میں ملوث ہوں، جس ملک کے کلیدی عہدوں پر

خائن اور مجرم قابض ہوں، عدالت انہیں سزا دے اور حکومت خود ان کا تحفظ فرما رہی ہو وہاں ایمان اور ٹیکنالوجی کی بحث چہ معنی دارد؟ کون سا ایمان اور کیسا ایمان؟

ہمیں معلوم نہیں کہ حسین ناصر اور اس کا گروپ کون لوگ ہیں لیکن آپ یقین کریں امریکہ اور یورپ کے نمک خواروں کے بہت سے گروپ آج تمام اسلامی ممالک میں سرگرم عمل ہیں جس کے پیش نظر درج ذیل دو مقاصد ہیں:

اوّلاً: مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ وہ ٹیکنالوجی میں امریکہ سے صدیوں پیچھے ہیں۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ بلا چوں وچرا امریکہ کی غلامی اختیار کر لی جائے اور اسے اپنا آقا اور ان داتا تسلیم کر لیا جائے۔

ثانیاً: عوام الناس کو یہ یقین دلایا جائے کہ موجودہ زوال اور پستی کا سبب ایمان سے محروم بزدلی اور عیاش حکمران نہیں بلکہ ٹیکنالوجی کی قلت یا اس سے محرومی ہے تاکہ امریکہ کے ان پسندیدہ حکمرانوں کی حکومتیں قائم دائم رہیں اور عوام ان سے تعرض نہ کریں۔

پس حاصل گفتگو یہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ خصوصاً اہل پاکستان کے زوال اور پستی کا اصل سبب ٹیکنالوجی سے محرومی یا قلت نہیں بلکہ ایمان سے محروم قیادتیں ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل ایمان دانشور ٹیکنالوجی کی اسی بحث سے ہرگز متاثر نہ ہوں اور واضح الفاظ میں کھل کر اصل سبب یعنی ضعف ایمان کی نشان دہی کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ غلبہ کا وعدہ ایمان کی شرط کے ساتھ فرمایا ہے۔ ٹیکنالوجی کی شرط کے ساتھ نہیں فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ٥﴾ (آلِ عمران: ۱۳۹)

''کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو تمہی غالب ہو گے اگر مومن ہو۔''

یہاں ہم اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ٹیکنالوجی میں خود کفیل ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم غیر ضروری طور پر بڑی طاقتوں سے الجھیں اور اپنے لیے مسائل پیدا کر لیں مسلمان اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک امن پسند قوم ہے لیکن ٹیکنالوجی میں خود کفیل ہونے کی وجہ سے کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیے کہ دنیا ہمیں ایک باوقار اور خود مختار قوم کی حیثیت سے جانے اور پہچانے۔

آخر میں مدیر محترم کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کوئی ایسی مقدس اور متبرک شے نہیں جس کی تنقیص پر کبیرہ گناہ واجب ہوتا ہو اپنے مختصر تبصرہ میں آپ نے سائنس کے بعض فوائد تو گنوائے ہیں لیکن انفرادی زندگی میں اس کی تباہ کاریوں اور اجتماعی زندگی میں اس کی ہلاکت خیزیوں سے قطعی طور پر صرف نظر فرمایا ہے، معلوم نہیں کیوں؟ میری ناقص رائے میں انسانیت کے لیے سائنس کی خدمات کم اور اس کی تباہ کاریاں کہیں زیادہ ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جو بات جوا اور شراب کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے وہ صد فی صد سائنس پر سچ ثابت ہوتی ہے:

﴿وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط﴾ (البقرة: ۲۱۹)

''ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔''

تاہم وطن کے دفاع کے لیے اس کا حصول یقیناً واجب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.



مولانا محمد اسماعیل عبداللہ بلتستانی کو صدمہ

مولانا محمد اسماعیل عبداللہ بلتستانی (مدرس دارالعلوم غواڑی) کا بیٹا حافظ راشد گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محض ۲۳ برس کی عمر طبعی پا کر اپنے تعلیمی دور میں ہی والدین کو داغ مفارقت دے گیا۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

(عبدالرحمٰن، عبدالرحیم بلتستانی)

مذاہب باطلہ

صلیبی عقائد کی تردید

عطا محمد جنجوعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے یہود ونصاریٰ کا مشترکہ عقیدہ ہے۔

''پیلاطیس نے اُن (یہودیوں) سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں سب نے کہا، اس کو صلیب دی جائے۔ اس نے کہا کیوں؟ اس نے کیا بدی کی ہے۔ مگر وہ اور بھی چلا چلا کر بولے کہ اس کو صلیب دی جائے جب پیلاطیس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔ الٹا بلوہ ہوجاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا ''میں اس راست باز کے خون سے بری ہوں تم جانو۔'' سب لوگوں نے جواب دے کر کہا ''کہ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر'' اس پر اُس نے برّابا کو ان کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالے کیا تاکہ صلیب دی جائے اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب اور اُس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اُس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب وہ اس پر ٹھٹھا کر چکے تو چوغے کو اُتار کر پھر اُسی کے کپڑے اسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو چلے۔ اور راہ چلنے والے جو پاس سے گزرتے تھے وہ سر ہلا ہلا کر اُس کی ملامت کرتے اور کہتے تھے اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر کر آ۔ اسی طرح سردار کاہنوں نے ٹھٹھا مار کر کہا اس نے اوروں کو بچایا الٹے آپ کو نہیں بچا سکتا۔

اب چھٹی گھڑی سے نویں گھڑی تک تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا۔ نویں گھڑی کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ اِیلی اِیلی لَمَا شَبَقْتَانِی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا...... اور یسوع نے پھر بری آواز سے چلا کر جان دے دی۔ (ماخوذ، کلام مقدس جدید، ص: ۴۲، ۴۳، ۴۴۔ مقدس متی، باب ۲۷ مطبوعہ رمعاسہ ۱۹۵۸ء)

عیسائی اہل علم کو دعوت فکر ہے کہ تمہاری مذکورہ داستان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت ہوتی ہے یا یہودی نظریہ کی تائید ہوتی ہے؟

بقول تمہارے یہودیوں نے اقرار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکوانے کا گناہ ہم پر اور ہماری اولاد پر ہوگا تو انیسویں صدی عیسوی میں مسیحیوں نے اُن کو معاف کیوں کیا؟ بچوں کے ساتھ جنسی جرائم میں ملوث پادریوں کو معاف کرنے کا اختیار کون سے شرعی یا رسمی قانون کے تحت جائز ہے؟

عیسائیو! ہم تمہارے خیر خواہ ہیں ہمارا اُس اللہ وحدہٗ لاشریک کی قدرت پر یقین ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے وعدہ کیا کہ تم بچے کو نیل کے سپرد کردو یہی بچہ تمہارے پاس آئے گا۔ دریا کا کام ڈبونا ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم سے وہ موسیٰ کے لیے پنگھوڑا بن گیا۔ فرعون کے گھر سے ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس آ گیا۔ وہی اللہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ میں تیری مدت پوری کروں گا تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا اور دشمنوں کے ہتھکنڈوں سے پاک کروں گا اللہ نے وعدہ پورا کیا۔

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت وعصمت کے قائل ہیں یا مسلمان۔ عیسائی عقیدہ ہے کہ ''حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے اُن کی قوت ارادی سلب ہوگئی تھی اور اس کی وجہ سے ان میں اور اُن

کی اولاد کی سرشت میں اصلی گناہ داخل ہوگیا تھا جس کی وجہ سے ہر شیر خوار بچہ بھی دائمی عذاب کا مستحق تھا۔ تمام دنیا کا یہ اصلی گناہ خدا کے ابن نے پھانسی پر چڑھ کر اپنے اوپر لے لیا۔ اور اس سے تمام لوگوں کے گناہ معاف ہوگئے۔''

حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کا دانہ کھانے میں ربّ کی حکمت مضمر تھی۔ گندم کھانے کی وجہ سے حضرت آدم اور مائی حوا علیہما السلام زمین پر تشریف لائے اور بنی نوع انسان کی نسل کا آغاز ہوا۔ رب نے دعا سکھائی حضرت آدم علیہ السلام نے خشوع وخضوع سے پڑھی۔ اللہ کریم نے معاف کردیا۔ اللہ عالم الغیب نے انسانیت کو سبق دیا کہ اگر تم ارادی طور پر یا بھول کر میری حکم عدولی کر بیٹھو تو میرے دربار میں عجز وانکساری سے معافی مانگو تو میں معاف کردوں گا۔ اس واقعہ میں ربّ کی حکمتیں ہیں۔ ربّ نے معاف کردیا لیکن عیسائیوں نے انسان کی نسل درنسل سرشت میں داخل کردیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک انبیائے کرام تشریف لائے اُن کے صحابہ اور ولی بزرگ بھی آئے۔ عیسائیوں کے بقول وہ یہی اصلی گناہ لے کر اگلے جہان کو سدھارے۔ اللہ کی رحیمی نے کیوں جوش نہ مارا؟

بنی اسرائیل قوم کے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے دور میں آخری اسرائیلی پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بارے میں پیشین گوئی کرتے رہے۔ کسی نے اُن کو ابن اللہ نہیں کہا اور نہ کسی نے عقیدہ کفارہ کا ذکر کیا، کیوں؟

فرض کریں کہ ایک چیف جسٹس کے ماتحت نے حکم عدولی کی اور مرگیا۔ کچھ عرصہ بعد چیف جسٹس کو ماتحت کی اولاد پر ترس آیا تو اُس نے اپنے ہی بیٹے پر فرد جرم عائد کرکے پھانسی پر لٹکوا دیا تاکہ حکم عدولی کرنے والے کی اولاد کے گناہ معاف ہوجائیں۔ کیا یہ قرین انصاف ہے یا دنیا کے کسی خطہ میں اس کا امکان ہوسکتا ہے؟

عیسائی عقیدہ ہے کہ اللہ کی صفت رحیمی کو مخلوق پر ترس آیا تو اُس نے اپنے بیٹے کو یہی کفارہ ادا کرنے کے لیے بھیجا۔ پندرھویں صدی ہجری میں عام شخص نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر معرکہ حق وباطل میں جان قربان کرنا اپنا اعزاز سمجھتا ہے۔ لیکن بقول آپ کے حضرت مسیح صلیب پر لٹک کر ایلی ایلی لما سبقتنی (اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا) کیوں پکارنے لگے۔ اور اپنے حواریوں سے دعا کی درخواست کرتا رہا۔ کفارہ کے اس نظریہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت ہوتی ہے یا اُن کی ہتک ظاہر ہوتی ہے؟

کسی امت کی نجات کا دارومدار اپنے دور کے نبی کی اطاعت میں مضمر ہے اگر مسیح علیہ السلام نے یہ فرمایا ہو کہ ''ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے'' تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم جس قسم کا جرم کرو مسیح تمہیں نجات دے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر وشرک کی تاریکیوں کے رستہ میں بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم پر چلا کر نجات دینے آیا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وہ لوگ جو اللہ کی وحدانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت میں زندگی گزارتے رہے وہ نجات یافتہ ہیں۔

عیسائیوں کے نزدیک حلول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ''بیٹا خدائی چھوڑ کر انسان بن گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے صرف خدا تھا انسان بھی ہوگیا۔ لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح بیک وقت خدا بھی تھے اور انسان بھی۔''

عیسائی سکالر عقیدہ تثلیث یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک کو ثابت کرنے کے لیے انہونی مثالیں دیتے ہیں جن کا فکر وفلسفہ اور معاشرہ میں وجود ہی نہیں ہوتا۔

آپ ذرہ بھر غور کریں جب تین اجزاء مل کر کمپاؤنڈ (مرکب) کی صورت اختیار کرلیتے ہیں تو عناصر اپنے بنیادی خواص سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ دوسری بات کمپاؤنڈ کو عناصر کی اصلی حالت پر لانا ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً میدہ، گھی اور چینی انفرادی طور پر مخصوص خواص رکھتے ہیں۔ کیمیائی عمل سے تینوں مل کر سویٹ میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ کسی

کو چائے بنانے کے لیے چینی کی ضرورت ہوتو اُسے مٹھائی دیں کیا وہ مطمئن ہوجائے گا یا برہم؟

عدالت عالیہ میں چیف جسٹس، سٹینو اور قاصد کے جدا جدا فرائض ہیں۔ اگر آپ چیف جسٹس کو کہیں کہ اپنے فرائض کے ساتھ ساتھ سٹینو اور قاصد کی ڈیوٹی بھی سرانجام دیں وہ اسے اپنے لیے اعزاز سمجھے گا یا آپ پرتوہین عدالت کا فرد جرم عائد کرے گا؟

عقیدہ حلول وتجسم کے ثبوت کے لیے دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے انسان آدم کو خدا کے مشابہ بنا کر پیدا کیا گیا تھا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کے اندر ہمیشہ سے انسانیت کا ایک عنصر موجود تھا۔ وہ اس کے بعد نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یسوع مسیح خدا کا جسمانی مظہر تھا اور انسان بن کر انسانوں میں زندگی بسر کرتا رہا۔

پروفیسر مارس ریلٹن کے اس نظریہ کی رومن کیتھولک چرچ نے بھی تائید کی لیکن توجہ طلب دوسرا پہلو بھی ہے جب آدم اور آدم کی اولاد اللہ کے مشابہ پیدا ہوئے ہوں تو مسیح میں خدائی حلول کا امتیازی وصف تو نہ رہا جس کی رو سے اُن کو بیٹا کہا جاتا ہے۔

انسان کھانے پینے اور سونے کا محتاج ہوتا ہے اللہ سبحانہ ان عیوب سے پاک اور رنج ومسرت کی فطرت سے بے نیاز ہے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھوک، پیاس، نیند اور رنج وغم کی مجبوریوں سے مبرا تھے؟ اگر نہیں تو وہ خدائی انسانیت کا مظہر کیسے؟

حقیقت صرف اتنی ہے کہ اللہ حکیم ہے۔ اسی ذات اقدس نے انسان کو عقل وفہم کی نعمت سے نوازا۔ اللہ رحیم وکریم ہے اس نے انسان کو رحم دلی کی صفت عطا کی ہے۔ لیکن یاد رکھیں ماں اپنی اولاد سے بے حد پیار کرتی ہے۔ لیکن اللہ اپنے بندوں پر ماں سے ستر گنا زیادہ شفیق ہے۔ انسانی عقل اسباب کی علت پر غور وفکر کرتی ہے لیکن اللہ قدیر ''کن'' کہہ کر بے سبب چیزوں کا ظہور کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا ہے۔

وہ اللہ جس نے اپنے رسول ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر بھڑکتی ہوئی آگ کو گل وگلزار میں تبدیل کردیا وہی اللہ اپنے خدائی انسانیت کے مظہر کو پھانسی سے کیوں نہ بچا سکا؟

اللہ قادر وہ ہے جس نے عیسیٰ کو بن باپ پیدا کر کے اس دور کے طبیبوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اسی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محکم تدبیر سے اُن کو آسمان پر اٹھا کر یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان کامل تھے وہ خدائی انسانیت کا حلول وتجسم ہرگز نہ تھے۔

اللہ کی ذات اقدس وہ ہے جس کی مثل نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی کوئی صورت نہیں دیکھی۔ کیوں کہ جو دیکھا جائے وہ کبھی اللہ نہیں ہوسکتا۔

اگر تثلیث برحق ہوتا تو بنی اسرائیل کے انبیائے کرام اپنی قوم کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عقیدہ تثلیث وکفارہ کی خوب وضاحت کردیتے؟ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھانسی کے تین دن بعد قبر سے اٹھے اور اپنے شاگردوں سے عقیدہ تثلیث کا ذکر کیا۔ تعجب ہے جب آپ کو پھانسی کا حکم مل گیا تھا تو اُس وقت ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ برملا ایک میں تین اور تین میں ایک کے نظریاتی وثلاثہ کی وضاحت کردیتے، کیوں نہ کی؟



وفیات

حضرت مولانا سلیم اللہ کمیر پوری کا سانحہ ارتحال

اس کائنات کا ایک اصول ہے کہ یہ فانی ہے، جو بھی اس کائنات میں آیا اپنی عمر گزار کر چلا گیا۔ دوام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔

مولانا سلیم اللہ کمیر پوری ۱۹۴۲ء میں کمیر پور، تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی مولانا غلام اللہ کمیر پوری تھے۔ مولانا غلام اللہ کمیر پوری جماعت کے معروف عالم دین، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری رحمہ اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ مولانا سلیم اللہ ابھی ۵ سال کے تھے کہ قیام پاکستان کا اعلان ہو گیا اور آپ اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے یہ خاندان چک نمبر ۳۴ تحصیل جڑاں والا ضلع فیصل آباد میں آباد ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی اور پھر مدرسہ دارالقرآن والحدیث فیصل آباد اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے ساتھیوں میں شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی اور محقق عالم دین حضرت مولانا ارشاد الحق اثری شامل ہیں۔

ان کی تربیت میں اہم کردار حضرت مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری کا تھا جنہوں نے مولانا سلیم اللہ کمیر پوری کی بھرپور سرپرستی کی اور ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ رحمہ اللہ

مولانا سلیم اللہ کمیر پوری نے مختلف مقامات پر خطابت کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۶۶ء میں انہوں نے بھلوال ضلع سرگودھا میں ڈیرے ڈال دیئے اور ۴۵ سال کا طویل عرصہ اسی شہر میں گزار دیا۔ انہوں نے بہت مثبت اور حکیمانہ انداز میں مسلک اہل حدیث کی تبلیغ و اشاعت کی۔ جس کے نتیجے میں اس شہر میں اہل حدیث کی ۵ مساجد قائم ہوئیں۔ مولانا کی ان خدمات کا اعتراف مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی فراخ دلی سے کرتے ہیں۔

مولانا سلیم اللہ کمیر پوری نے ملک میں چلنے والی تمام تحاریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۷۳ء کی ختم نبوت کی تحریک کے دوران جب قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا موقع آیا تو انہوں نے اپنے چچا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری کے ساتھ مل کر اراکین اسمبلی کی بھرپور رہنمائی کی اور اس سلسلہ میں حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری کی سرپرستی میں بھی بھرپور کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں الحمد للہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس تحریک کے دوران مولانا سلیم اللہ کمیر پوری نے جلسوں میں بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

اسی طرح ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں بھی انہوں نے بھرپور حصہ لیا اور تقریباً ۲ ماہ تک سرگودھا میں قید کاٹی۔

ان کا دوسرے مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ قریبی رابطہ تھا۔ وہ علماء ان کا بھرپور احترام کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان سے علمی راہنمائی بھی حاصل کرتے تھے۔

تنظیمی لحاظ سے آپ کا تعلق مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ تھا اور آپ ۱۵ سال تک مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا کے امیر رہے۔

مجموعی طور پر آپ نے متحرک زندگی گزاری۔ آپ نے کئی مرتبہ حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ آخری مرتبہ ۲۰۱۱ء میں زیارتِ حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اور فریضہ حج ادا کیا۔

۱۹/اپریل ۲۰۱۱ء کو نماز ظہر کی ادائیگی کے لیے مسجد میں آئے، وضو کیا۔ اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اٹھ نہ سکے۔ ان کی دائیں جانب فالج کا حملہ ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ فوری طور پر ان کو مقامی ہسپتال لے جایا گیا۔ مقامی ڈاکٹروں نے ابتدائی علاج معالجہ کے بعد ان کو الائیڈ

ہسپتال فیصل آباد لے جانے کا کہا۔ جب آپ الائیڈ ہسپتال کے دروازے پر پہنچے تو اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ اس طرح علم وعرفان کا یہ عظیم نشان ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پہلی نماز جنازہ اسی روز نماز مغرب کے بعد جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں جامعہ سلفیہ کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ علاقے کے علماء اور خطباء نے شرکت کی۔

اگلے دن ۱۰ بجے ان کی نمازِ جنازہ بھلوال میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سینئر نائب امیر مولانا عبدالعزیز حنیف نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں میاں عبدالستار آزاد، پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی، میاں محمود عباس، مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ عبدالحمید عامر آف جہلم، مولانا محی الدین سلفی سرگودھا، امتیاز احمد مجاہد، رانا محمد نصر اللہ، مولانا محمد شفیع امیر ضلع قصور، مولانا عبدالباری ذوق، قاری عبدالباقی اعوان اور دیگر ممتاز علماء، جماعتی احباب، اور لوگوں نے شرکت کی اور ان کو بھلوال کی سرزمین پر سپردِ خاک کردیا گیا۔

مرحوم نے پس ماندگان میں ایک بیوہ، پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے ہیں۔ تمام اولاد ماشاءاللہ شادی شدہ ہے۔ بڑے بیٹے حافظ سیف اللہ کمیرپوری عالم دین اور بھلوال کی جامع مسجد میں خطیب ہیں جبکہ وہ اہل حدیث یوتھ فورس ضلع سرگودھا کے صدر بھی ہیں۔ یہ بات بھی احباب کے علم میں ہوگی کہ مرحوم مولانا سلیم اللہ کمیرپوری راقم الحروف حافظ حسن محمود کمیرپوری کے تایا زاد بھائی، برادرِ نسبتی اور سمدھی بھی تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

(غم گسار: (حافظ) حسن محمود کمیرپوری (خطیب) مسجد مکرم نسبت روڈ، لاہور)

میاں نعیم الرحمٰن طاہر کی وفات حسرتِ آیات

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مرکزی رہنما، میاں فضل حق رحمہ اللہ کے لختِ جگر، وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان کے ناظم اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد (ٹرسٹ) کے چیئرمین میاں نعیم الرحمٰن طاہر طویل علالت کے بعد ۲۴/اپریل ۲۰۱۱ء بروز اتوار علی الصبح وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک منجھے ہوئے سماجی ورکر، مسلکی وسیاسی سطح پر جانی پہچانی شخصیت، مخیّر اور نہایت شفیق طبع تھے۔ جماعت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث خصوصاً تعمیر مساجد اور مدارس سلفیہ کی ترقی کے لیے دن ورات کوشاں رہنے والی شخصیت ہونے کے ساتھ ایک بہترین منتظم تھے۔ گزشتہ چند سال سے دماغی ٹیومر (رسولی) کا شکار تھے۔ علاج کے لیے لندن بھی گئے۔ لندن سے واپس لاہور مختلف ہسپتالوں میں بہترین ڈاکٹرز کے زیر علاج رہے۔ صحت یاب بھی ہوئے لیکن کچھ عرصے بعد دوبارہ بیماری نے سر اٹھایا۔ اس طرح شدید علیل ہوگئے۔ وقت موعود آنے پر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

مرحوم کی وفات پر پوری جماعت کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ امیر مرکزیہ محترم پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں مرحوم کریم بلاک لاہور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ الاعتصام کے مدیر مسئول محترم حافظ احمد شاکر اور مؤرخ اہل حدیث محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہما اللہ جنازے میں شریک ہوئے۔ قارئین الاعتصام سے مرحوم کی مغفرت وبلندیٔ درجات کی دعاؤں کی درخواست ہے۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

حاجی ظہور الحق کی اہلیہ اور میاں عامر محمود کی والدہ کا انتقال

ہمارے نہایت قابل احترام بزرگ محترم حاجی ظہور الحق صاحب (جمال دین اینڈ سنز ریلوے روڈ لاہور) کی اہلیہ محترمہ اور دارالدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے معاون خصوصی محترم میاں محمد اسلم صاحب (جمال سنز سرائے سلطان لاہور) کی ہمشیرہ محترمہ اور ضلع لاہور کے سابق ناظم میاں عامر محمود کی والدہ محترمہ ۲۷/اپریل ۲۰۱۱ء بروز بدھ مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوفہ کی وفات حسرتِ آیات سے جہاں لواحقین کو ایک بڑا صدمہ سہنا پڑا وہاں ایک پورا خاندان مرحومہ کی شفقتوں سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ یہ صدمہ لواحقین کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز جنازہ بروز بدھ بعد نماز مغرب حضرت مولانا فضل الرحمٰن الازہری حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

نماز جنازہ میں سرکاری وغیر سرکاری سطح کی اعلیٰ شخصیات کے علاوہ سیاسی، سماجی، تاجر اور عزیز و اقارب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ادارہ الاعتصام کے اراکین و کارکنان دارالدعوۃ السّلفیہ مرحومہ کی مغفرت و بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہیں۔ تمام لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا بھی کرتے ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری کی تعزیت

مسلک اہل حدیث کے بزرگ خطیب، اسلاف کی نشانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداس پوری حفظہ اللہ نے جماعت اہل حدیث پاکستان کی معزز شخصیات حضرت مولانا عبدالقادر ندوی، مولانا عطاء الرحمٰن اشرف، مولانا محمد اعظم اور وفاق المدارس السّلفیہ کے ناظم و جامعہ سلفیہ فیصل آباد (ٹرسٹ) کے چیئرمین میاں نعیم الرحمٰن طاہر، مولانا سلیم اللہ کمیر پوری کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی صدمے و تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ موصوف نے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت و بلندیٔ درجات کی دعا بھی فرمائی ہے۔ (محمد سہیل گورداسپوری، بورے والا)



مردِ مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن
بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدّر کے ستارے کو تو پہچان!

(علامہ محمد اقبال)